ماہنامہ

انصار اللہ

اخاء ۱۳۸۱ ھش

اکتوبر ۲۰۰۲ء

ایڈیٹر نصر اللہ خاں ناصر

''روحانی زندگی کا ثبوت''

حضرت اقدس بانی سلسلہ علیہ السلام فرماتے ہیں:

''......روحانی زندگی کا ثبوت صرف ہمارے نبی علیہ السلام کی ذات بابرکات میں پایا جاتا ہے۔ خدا کی ہزاروں رحمتیں اس کے شامل حال رہیں .... بے سود ہے وہ زندگی جو نفع رسان نہیں اور لاحاصل ہے وہ بقا جس میں فیض نہیں۔ دنیا میں صرف دو زندگییں قابل تعریف ہیں۔ (۱) ایک وہ زندگی جو خود خدائے حیّ و قیّوم مَبدءِ فیض کی زندگی ہے (۲) دوسری وہ زندگی جو فیض بخش اور خدانما ہو۔ سو آؤ ہم دکھاتے ہیں کہ وہ زندگی صرف ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہے۔ جس پر ہر ایک زمانے میں آسمان گواہی دیتا رہا ہے اور اب بھی دیتا ہے اور یاد رکھو کہ جس میں فیاضانہ زندگی نہیں وہ مردہ ہے نہ زندہ......''

(تریاق القلوب۔ روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۱۳۹-۱۴۰)

احمدی انصار کی تربیت کے لئے

ماہنامہ انصار اللہ

ایڈیٹر: نصر اللہ خاں ناصر

اخاء ۱۳۸۱ ھش - اکتوبر ۲۰۰۲ء

جلد نمبر ---------------- ۴۳

شمارہ نمبر ---------------- ۱۰

نائبین: پروفیسر محمد اسلم صابر، جاوید احمد جاوید، ریاض محمود باجوہ

اس شمارہ میں

پبلشر: عبد المنان کوثر
پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس

مقام اشاعت: دفتر ماہنامہ انصار اللہ
دار الصدر جنوبی ربوہ (چناب نگر)
ڈیزائن و کمپوزنگ: صداقت احمد محمود

شرح چندہ (پاکستان)
سالانہ: ---------- ایک سو روپے
قیمت فی پرچہ: ---------- دس روپے

اداریہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی

صحت یابی کے لئے تحریکِ دعا

قرآن کریم کے مطابق ایمان کے ساتھ عمل صالح بجالانے والی جماعت میں ہی خلافت وامامت کا وجود ظاہر ہوتا ہے جو اس آسمانی سلسلہ کو لے کر آگے بڑھتا ہے اور آسمانی وعدوں کے مطابق اس جماعت کو ترقی کی منازل پر پہنچاتا ہے۔ الٰہی سلسلہ کے افراد کی اجتماعیت جو نیکی اور تقویٰ سے نشوونما پاتی ہے وہ دامے درمے قدمے سخنے اس مقدس قیادت کا ساتھ دیتی ہے۔ اس اتحاد سے اٹھنے والا ہر قدم الٰہی منشاء کے مطابق ہوتا ہے۔ پھر یہ خلافت وامامت مومنوں کے لئے ایک ڈھال ہوتی ہے جو مخالفت کے ہر حملے اور فتنے سے انہیں محفوظ رکھتی ہے۔

یہ ایک امر واقعہ ہے کہ جماعت احمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے خلافت وامامت کی نعمت عظمیٰ عطا کی ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ خلیفہ کا وجود جماعت سے کوئی الگ نہیں بلکہ یہ ایک ہی وجود کے دو نام ہیں اور آسمانی وعدے بھی اسی سے وابستہ ہیں۔ اس اہمیت کو سامنے رکھتے ہوئے امام کی صحت وسلامتی کا احساس ہر دل میں موجود ہے اور اللہ تعالیٰ کے حضور اس کے لئے دعائیں ہر احمدی کا فرض ہے۔

کچھ عرصہ سے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو جسمانی ضعف اور کمزوری ہے اور آپ کی صحت کی خرابی باعث فکر ہے۔ ہر احمدی دعا کی تاثیرات پر ایمان ویقین رکھتا ہے اور دردِ دل اور تضرع کے ساتھ کی گئی دعائیں ربّ کریم کے حضور یقیناً مقبولیت رکھتی ہیں۔ دعا کیا ہے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:۔

''دعا کی تاثیر آب وآتش کی تاثیر سے بڑھ کر ہے۔'' (برکات الدعا)

ایسی عظیم التاثیر دعا کے لئے ہی حضرت اقدسؑ نے اپنی جماعت کو ہدایت فرمائی ہے۔ آپ نے فرمایا:

''جب تو دعا کے لئے کھڑا ہو تو تجھے لازم ہے کہ یہ یقین رکھے کہ تیرا خدا ہر ایک چیز پر قادر ہے تب تیری دعا قبول ہوگی اور تو خدا کی قدرت کے عجائبات دیکھے گا جو ہم نے دیکھے ہیں۔'' (کشتی نوح)

ہم اس بات پر یقین رکھتے ہیں اور ہمارے ربّ کریم کا وعدہ بھی ہے اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ کہ تم مجھے پکارو، مجھ سے مانگو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ اس امر کے پیش نظر ہماری دردبھری دعائیں اپنے پیارے آقا کی صحت یابی کے لئے بڑے التزام کے ساتھ ہونی چاہئیں۔ ہمارا ربّ کریم حضور انور کو صحت وسلامتی کے ساتھ فعّال زندگی عطا فرمائے اور خلافت سے وابستہ اپنے وعدوں کو پورا فرمائے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ دعا کے لئے اٹھنے والے ہاتھوں کو خالی نہیں لوٹاتا۔

امام الکلام

دنیا کا حقیقی نور

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ پیدا ہونے والے انقلاب کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

''دنیا میں ایک رسول آیا تا کہ ان بہروں کو کان بخشے کہ جو نہ صرف آج سے بلکہ صدہا سال سے بہرے ہیں۔ کون اندھا ہے اور کون بہرا؟ وہی جس نے توحید کو قبول نہیں کیا اور نہ اس رسول کو جس نے نئے سرے سے زمین پر توحید کو قائم کیا۔ وہی رسول جس نے وحشیوں کو انسان بنایا اور انسان سے با اخلاق انسان یعنی سچے اور واقعی اخلاق کے مرکزِ اعتدال پر قائم کیا۔ اور پھر با اخلاق انسان سے با خدا ہونے کے الٰہی رنگ سے رنگین کیا۔ وہی رسول ہاں وہی آفتاب صداقت جس کے قدموں پر ہزاروں مُردے شرک اور دہریت اور فسق اور فجور کے جی اُٹھے۔ اور عملی طور پر قیامت کا نمونہ دکھلایا...... جس نے مکہ میں ظہور فرما کر شرک اور انسان پرستی کی بہت سی تاریکی کو مٹایا۔ ہاں دنیا کا حقیقی نور وہی تھا جس نے دنیا کو تاریکی میں پا کر فی الواقع وہ روشنی عطا کی کہ اندھیری رات کو دن بنا دیا۔ اُس کے پہلے دنیا کیا تھی اور پھر اس کے آنے کے بعد کیا ہوئی؟ یہ ایک ایسا سوال نہیں جس کے جواب میں کچھ دقت ہو۔ اگر ہم بے ایمانی کی راہ اختیار نہ کریں تو ہمارا کانشنس ضرور اس بات کے منوانے کے لئے ہمارا دامن پکڑے گا کہ اس جناب عالی سے پہلے خدا کی عظمت کو ہر ایک ملک کے لوگ بھول گئے تھے۔ اور اس سچے معبود کی عظمت اوتاروں اور پتھروں اور ستاروں اور درختوں اور حیوانوں اور فانی انسانوں کو دی گئی تھی اور ذلیل مخلوق کو اُس ذوالجلال وقدوس کی جگہ پر بٹھایا تھا۔ اور یہ ایک سچا فیصلہ ہے کہ اگر یہ انسان اور حیوان اور درخت اور ستارے درحقیقت خدا ہی تھے جن میں سے ایک یسوع بھی تھا تو پھر اس رسول کی کچھ ضرورت نہ تھی لیکن اگر یہ چیزیں خدا نہیں تھیں تو وہ دعویٰ ایک عظیم الشان روشنی اپنے ساتھ رکھتا ہے جو حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے پہاڑ پر کیا تھا۔ وہ کیا دعویٰ تھا؟ وہ یہی تھا کہ آپ نے فرمایا۔ کہ خدا نے دنیا کو شرک کی سخت تاریکی میں پا کر اس تاریکی کو مٹانے کے لئے مجھے بھیج دیا۔ یہ صرف دعویٰ نہ تھا بلکہ اُس رسول مقبولؐ نے اس دعویٰ کو پورا کر کے دکھلا دیا۔ اگر کسی نبی کی فضیلت اُس کے ان کاموں سے ثابت ہو سکتی ہے جن سے بنی نوع کی سچی ہمدردی سب نبیوں سے بڑھ کر ظاہر ہو تو اے سب لوگو! اُٹھو اور گواہی دو کہ اس صفت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں کوئی نظیر نہیں...... اندھے مخلوق پرستوں نے اس بزرگ رسول کو شناخت نہیں کیا جس نے ہزاروں نمونے سچی ہمدردی کے دکھلائے۔ لیکن اب میں دیکھتا ہوں کہ وہ وقت پہنچ گیا ہے کہ یہ پاک رسولؐ شناخت کیا جائے۔ چاہو تو میری بات لکھ رکھو کہ اب کے بعد وہ مُردہ پرستی روز بروز کم ہوگی یہاں تک کہ نابُود ہو جائے گی۔ کیا انسان خدا کا مقابلہ کرے گا؟ کیا ناچیز قطرہ خدا کے ارادوں کو رد کر دے گا؟ کیا فانی آدم زاد کے منصوبے الٰہی حکموں کو ذلیل کر دیں گے؟ اے سننے والو! سنو! اور اے سوچنے والو! سوچو اور یاد رکھو کہ حق ظاہر ہوگا اور وہ جو سچا نور ہے چمکے گا'' (تبلیغ رسالت جلد ششم صفحہ ۹ تا ۱۱)

کلام الامام

خدا کی مخلوق سے محبت خدا کی محبت کا ثبوت ہے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ...... مخلوقِ خدا سے محبت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

''تعلقات کے تین مدارج ہیں ان میں ادنیٰ اور ذلت ورسوائی کا درجہ دشمنی کا ہے- وہ دشمنی جو خدا کے لئے نہ ہو اور جو دشمنی خدا کے لئے ہو- وہ دراصل دشمنی نہیں، محبت ہے- کیونکہ خدا کسی کا دشمن نہیں- اگر خدا کے لئے کسی سے بغض ہے تو وہ بغض ودشمنی نہیں بلکہ اصلاح ہے اور یہ شخص مصلح ہے ہاں جب اپنے لئے یا اپنے عزیزوں، بیوی، بچوں، دوستوں کے لئے ہے وہ تو واقعی بغض ہے جو بدترین ذلت کا درجہ ہے- خدا کے لئے جو بغض ہے...... درحقیقت وہ اصلاح ہے-

اس درجہ سے اوپر کا درجہ یہ ہے کہ انسان کو نہ کسی سے دشمنی ہو اور نہ کسی سے دوستی- جیسا کہ ریل میں دو آدمی بیٹھتے ہیں- ایک ایک کھڑکی میں دوسرا دوسری میں کہ ان میں تعلقات دوستی ہوتے ہیں نہ دشمنی- اس پر بھی فخر نہیں کیا جاسکتا- اور اس کو بھی اعلیٰ درجہ قرار نہیں دیا جاسکتا- اور نہ اس مقام پر کھڑا ہونے والا کہہ سکتا ہے کہ میں اعلیٰ درجہ پر ہوں...... وہ شخص اپنے تئیں نیک اور متقی قرار نہیں دے سکتا جو کہے کہ میں خدا کا دشمن نہیں- یہ کوئی نیکی نہیں- کیونکہ اس نے خدا سے جو نیکی کا سرچشمہ ہے کچھ تعلق نہیں رکھا- اسی طرح جو شخص اللہ کے بندوں سے محبت نہیں رکھتا- وہ درحقیقت خدا سے بھی تعلق نہیں رکھتا-

قرآن شریف میں جو آتا ہے- اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی (النحل: ۹۱) درحقیقت یہ تینوں درجے بھی محبت کے ہیں- عدل بھی درجہ محبت ہے اور احسان بھی اور ایتاء ذی القربیٰ بھی......

اگر (دینِ حق) کہتا ہے کہ آپس میں تباغض نہ کرو- تو یہ نہیں کہ ان باتوں سے باز رہنا اعلیٰ درجہ کی بات ہے- بلکہ چونکہ یہ باتیں محبت کے دُور کرنے والی ہیں- اس لئے فرمایا، ان سے دور رہو- یہ نہیں کہ یہی اصل مقصود ہیں بلکہ اصل مقصود محبت واخلاص ہے- بہت لوگ اس بات کو نہیں سمجھتے- جو لوگ بے تعلق رہتے ہیں وہ ثابت کرتے ہیں کہ ان کے دل میں خدا کی مخلوق کی محبت نہیں اور جو شخص خدا کی مخلوق سے محبت نہیں رکھتا وہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ اس کو خدا سے محبت ہے،...... اگر کوئی شخص محبت الٰہی کا دعویٰ کرتا ہو اور خدا کی مخلوق کی محبت وہمدردی سے خالی ہے- وہ ثابت کرتا ہے کہ اس کو (دینِ حق) اور تقویٰ سے چنداں تعلق نہیں- خدا کی مخلوق سے ہمدردی اور محبت اور خدا کی محبت دونوں ایک چیز ہیں- الگ الگ نہیں- ہدایت بھی نصیب نہیں ہوتی- اس کی ایک نظیر بھی نہیں مل سکتی- نہ نبی کی نہ ولی کی ان کو خدا سے محبت تھی اور اس کی مخلوق سے دشمنی اور وہ لوگوں سے بے تعلق تھے- یہ ممکن ہی نہیں کہ ایک چیز سے واقعی پیار ہو مگر اس کے متعلقین سے پیار نہ ہو- خدا سے جو محبت کرتا ہے ممکن نہیں کہ خدا کی مخلوق سے نہ کرے اگر وہ خدا کی مخلوق سے بے تعلق ہے- تو اس کے دل میں خدا کی محبت بھی نہیں-'' (خطباتِ محمود جلد ۶ صفحہ ۳۰۲-۳۰۳)

عربی منظوم کلام

یَاقَلْبِیَ اذْکُرْ اَحْمَدَا   عَیْنَ الْھُدٰی مُفْنِی الْعِدَا

اے میرے دل! احمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کر جو ہدایت کا سرچشمہ اور دشمنوں کو فنا کرنے والا

بَرًّا کَرِیْمًا مُّحْسِنًا   بَحْرَ الْعَطَایَا وَالْجَدَا

وہ نیک، کریم، مُحسن، بخششوں اور سخاوت کا سمندر ہے۔

بَدْرٌ مُّنِیْرٌ زَاھِرٌ   فِیْ کُلِّ وَصْفٍ حُمِّدَا

وہ چودھویں کا نورانی روشن چاند ہے۔ وہ ہر وصف میں تعریف کیا گیا ہے۔

اِحْسَانُہٗ یُصْبِی الْقُلُوْبَ   وَحُسْنُہٗ یُرْوِی الصَّدَا

اس کا احسان دلوں کو موہ لیتا ہے اور اس کا حسن پیاس کو بجھا دیتا ہے

اَلظَّالِمُوْنَ بِظُلْمِھِمْ   قَدْ کَذَّبُوْہُ تَمَرُّدَا

ظالموں نے اپنے ظلم کی وجہ سے اسے سرکشی سے جھٹلایا ہے

وَالْحَقُّ لَا یَسَعُ الْوَرٰی   اِنْکَارَہٗ لَمَّا بَدَا

اور سچائی ایسی شے ہے کہ مخلوق اس کا انکار نہیں کر سکتی جب وہ ظاہر ہو جائے

اُطْلُبْ نَظِیْرَ کَمَالِہٖ   فَسَتَنْدَمَنَّ مُلَدَّدَا

تو اُس کے کمال کی نظیر تلاش کر۔ سو تو (اس میں) یقیناً حیران ہو کر شرمندہ ہوگا

مَا اِنْ رَاَیْنَا مِثْلَہٗ   لِلنَّائِمِیْنَ مُسَھِّدَا

ہم نے اس کی مانند سوتوں کو جگانے والا کوئی نہیں دیکھا

نُوْرٌ مِّنَ اللّٰہِ الَّذِیْ   اَحْیَی الْعُلُوْمَ تَجَدُّدَا

وہ اللہ کا نور ہے جس نے علوم کو نئے سرے سے زندہ کر دیا

اَلْمُصْطَفٰی وَالْمُجْتَبٰی   وَالْمُقْتَدَا وَالْمُجْتَدَا

وہ برگزیدہ ہے، چنا ہوا ہے، اس کی پیروی کی جاتی ہے، اس سے فیض طلب کیا جاتا ہے

(کرامات الصادقین۔ روحانی خزائن جلد ۷ صفحہ ۷۰)

فارسی منظوم کلام

آنکہ در بِرّ وکرم بحرِعظیم آنکہ در لُطفِ اتم یکتا دُرے

وہ جو نیکی اور بزرگی میں ایک بحرِعظیم ہے اور کمال لطف میں ایک نایاب موتی ہے

آنکہ در جُودوسخا ابرِ بہار آنکہ در فیض وعطا یک خاورے

وہ جو بخشش اور سخاوت میں ابرِ بہار ہے اور فیض وعطا میں ایک سورج ہے

آں رحیم و رحمِ حق را آیتے آں کریم و جُودِ حق را مظہرے

وہ رحیم ہے اور رحمتِ حق کا نشان ہے وہ کریم ہے اور بخشش خداوندی کا مظہر ہے

آں رُخِ فرخ کہ یک دیدارِ اُو زِشت رُو را میکند خوش منظرے

اُس کا مبارک چہرہ ایسا ہے کہ اس کا دیدار بدصورت کو خوبصورت کردیتا ہے۔

آں دلِ روشن کہ روشن کردہ است صد درونِ تیرہ را چوں اخترے

وہ ایسا روشن ضمیر ہے جس نے سینکڑوں سیاہ دلوں کو ستاروں کی طرح روشن کردیا۔

آں مبارک پے کہ آمد ذاتِ اُو رحمتے زاں ذاتِ عالم پرورے

وہ ایسا مبارک قدم ہے کہ اس کی ذات خدا کی طرف سے رحمت بن کر آئی ہے

احمدِ آخرزماںؐ کز نورِ اُو شد دلِ مردم ز خور تاباں ترے

اس احمد آخرزماں کے نور سے لوگوں کے دل آفتاب سے زیادہ روشن ہوگئے۔

از بنی آدم فزوں تر در جمال وازلآلے پاک تر در گوہرے

وہ تمام بنی آدم سے بڑھ کر صاحب جمال ہے اور آب وتاب میں موتیوں سے زیادہ صاف اور چمکدار ہے

(براہین احمدیہ حصہ اول دیباچہ روحانی خزائن جلد ا صفحہ ۱۷-۱۸)

اسوۂ حسنہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بنی نوع انسان سے محبت

عورتوں اور بچوں سے حسن سلوک اور ہمدردی وشفقت

(۴-سلسلہ کے لئے دیکھیں شمارہ اگست ۲۰۰۲ء)

تحریر: نصراللہ خاں ناصر (ایڈیٹر)

یہ حقیقت ہے کہ بنی نوع انسان کے وجود سے اس کائنات کا حُسن قائم ہے اِسی اشرف المخلوقات صنف نوع انسان کے لئے یہ کائنات مسخر کی گئی ہے اور اسے اپنی اعلیٰ درجہ کی قوتوں میں ایک ممتاز اور منفرد حیثیت حاصل ہے- اس حسین کائنات میں انسانیت کے ایک اہم حصہ کے طور پر عورت کا وجود ہے جس کا انسانیت کی تکمیل میں نہایت اہم کردار ہے- اس کے بغیر انسان کی سماجی، اخلاقی اور روحانی حالت کو جلاء نہیں ملتی اور نہ کسی ایسی سوسائٹی کا تصور بھی کیا جاسکتا ہے جو تنہا مَردوں سے تشکیل پائے اور جہاں عورت کی ضرورت نہ ہو- پھر مرد ہو یا عورت دونوں ایک دوسرے سے مستغنی اور بے نیاز بھی نہیں- معاشرتی اور اجتماعی زندگی میں بھی اعلیٰ تہذیب وتمدن کے نقوش اُبھرتے ہیں- اسی سے سکینت، فرحت وانبساط اور اطمینان والی زندگی جنم لیتی ہے جو عین تقاضائے فطرت ہے-

قدیمی تمدن میں عورت: اللہ تعالیٰ نے انسان کو نفس واحدہ سے پیدا کیا ہے اور اس لحاظ سے مرد وعورت میں کوئی فرق نہیں تاہم بعض طبعی اور خِلقی کمزوریوں کے باعث ذمہ داریوں میں فرق ہے اور اسی بناء پر قدیمی انسانی تمدن نے عورت کو وہ حیثیت نہیں دی جو مرد کو حاصل تھی- اس طرح قدیم مذاہب اور اس سے نشوونما پانے والے تمدن نے اسے کمتر سمجھا اور انسانیت کے ناطہ اُسے اشرف اور اعلیٰ مقام نہ دیا-

یونان اور روم کی قدیم تہذیب میں عورت کا مقام نہایت حقیر تھا- ''تاریخ اخلاق یورپ'' میں ہے- کہ ''بہ حیثیت مجموعی باعصمت یونانی بیوی کا مقام بغائیت درجہ پست تھا اس کی زندگی مدت العمر غلامی میں بسر ہوتی تھی-'' رومی عورت کے بارہ میں لکھا ہے ''باپ یا شوہر کو پورا اختیار تھا کہ وہ عورت کو جب چاہے گھر سے نکال دے'' ہندو، آریہ اور بدھ مت میں عورت کو شودر ملیچھ اور جانوروں کا درجہ دیا گیا تھا- معاشرتی اور تمدنی زندگی میں انہیں کوئی حق حاصل نہ تھا- اس تنگ نظر دھرم کی قیود اور چیرہ دستیوں سے نجات حاصل کرنے کے لئے اسے اپنی جان دینا پڑتی تھی- اولاد کے لئے اسے سالہا سال تک کہیں اور منہ کالا کرانے کو جائز سمجھا جاتا- عہد نامہ قدیم وجدید میں اس کو مرد کے برابر حقوق تو کجا اس کی زندگی نہایت ذلت اور خواری کا موجب تھی- یورپین تمدن میں خاوند کے مظالم سے نجات حاصل کرنے کے لئے

اسے اعلانیہ گناہ کا مرتکب ہونا پڑتا تب کہیں قانون اس کو علیحدگی کی اجازت دیتا۔ روسیوں کے نزدیک اس کے اندر ایک خبیث روح تھی۔ جاپانیوں چینیوں اور دیگر اقوامِ یورپ اور افریقہ میں عورت ذات کی کوئی عزت و وقعت نہ تھی۔ غلامی کی زندگی کو اس کا مقدر سمجھا جاتا تھا۔

عرب کے جاہلی دور میں عورت کی حیثیت: دوسری تہذیبوں اور تمدنوں کے بالمقابل عرب کا جاہلی دور عورت کو معاشرہ میں اس کا حقیقی مقام دینے میں ویسا ہی شدت پسند تھا۔ ایک بیٹی کی پیدائش سے لے کر اس کی شادی پر بیوی ہونے اور ماں اور بہن کے طور پر کسی بھی مرحلہ میں اسے مَردوں کے ساتھ مساویانہ حقوق حاصل نہ تھے اور نہ اس سے کوئی ہمدردانہ سلوک تھا۔ بچی کی ولادت ذلت اور رسوائی کا موجب ہوتی تھی۔ چنانچہ قرآن کریم نے اس کا نقشہ یوں کھینچا ہے۔

"اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ○ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ -" (سورة النحل: ۵۹، ۶۰)

یعنی جب ان میں سے کسی کو لڑکی کی پیدائش کی خبر مل جائے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ غم زدہ ہو جاتا ہے۔ وہ اس خبر (کو اس حد تک بُرا سمجھتا ہے) کہ اس کے باعث اپنے آپ کو اپنی قوم سے چھپائے پھرتا ہے (اور سوچ میں پڑ جاتا ہے) کہ آیا وہ اُسے پیش آنے والی ذلت کے باوجود (زندہ) رہنے دے یا اسے کہیں مٹی میں گاڑ دے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس نفرت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"واللهِ ان كنّا فى الجاهليّة مانعدّ للنّساءِ امراً حتّى انزل الله فيهنّ ما انزل و قسم لهن ماقسم۔" (صحيح مسلم كتاب الطلاق)

اللہ کی قسم ہم دور جاہلیت میں عورتوں کو کوئی حیثیت ہی نہ دیتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارہ میں ہدایات دیں اور ان کے لئے (حقوق کے طور پر) جو حصہ مقرر کرنا تھا وہ مقرر کیا۔

عرب کلچر میں بعض قبائلی اوصاف کے باوجود عورت کی آواز دبی ہوئی تھی اور کوئی بھی اس کی مدد کے لئے نہ آتا۔ عورتیں کھلی پھرتی تھیں، پردہ کا رواج نہ تھا، تعدد ازدواج کی کوئی حد نہ تھی، باپ کی منکوحہ پر بیٹا بطور وارث کے قبضہ کر لیتا تھا۔ دو حقیقی بہنوں سے بھی وہ شادی کر لیتے تھے۔ طلاق کا عام رواج تھا، بعض قبائل میں لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیا جاتا اگر کوئی اتفاق سے زندہ بھی رہ جاتی یا اس کو زندہ رکھا جاتا تو وہ تمام حقوق سے محروم رہتی، وراثت میں اس کا کوئی حصہ نہ تھا اگر کسی کی نرینہ اولاد نہ ہوتی تو اس کے مرنے کے بعد سب ترکہ اس کا بھائی لے جاتا اور اس کی بیوی اور لڑکیوں کو کچھ نہ دیا جاتا۔ عورت کو خاوند کے انتخاب کا اختیار تو تھا۔ مگر وہ اس اختیار کے بعد عملاً بے اختیار تھی۔ تفسیر کبیر رازی (جلد ۷) میں ہے کہ عورت سے یہ نفرت اور بیزاری اس حد تک تھی کہ ایک شخص کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی تو اس نے اس گھر ہی کو منحوس سمجھ کر

چھوڑ دیا۔ لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے میں اشراف عرب کی شقاوت قلبی اس حد تک تھی کہ وہ جن کو شفقت و محبت کا مجسمہ خیال کیا جاتا ہے ان سے ایسے بھیانک جرائم سرزد ہوئے کہ دل لرز اٹھتا ہے۔ سنن دارمی میں ہے کہ ایک شخص نے اسلام لانے کے بعد حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے عہدِ جاہلیت کے واقعہ کا ذکر کیا کہ:۔

''میری ایک بچی تھی اور وہ مجھ سے بہت مانوس بھی تھی جب کبھی میں اسے بلاتا تو بڑی خوشی اور مسرت کے ساتھ میرے پاس آجاتی۔ چنانچہ ایک دن میں نے اسے آواز دی تو وہ میرے پیچھے دوڑی دوڑی چلی آئی۔ میں اسے باہر اپنے ساتھ لے گیا اور قریب کی ایک باؤلی میں اسے پھینک دیا وہ اس وقت ابّی ابّی کہتی رہی'' یہ واقعہ سن کر حضور اقدسؐ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے یہاں تک کہ آپ کی ریش مبارک تر ہوگئی۔ (مسند سنن دارمی باب ما کان علیہ الناس قبل بعث النبیؐ)

کتنے باپ تھے جن کا دست شفقت لڑکیوں پر بھیڑیے کے پنجوں سے زیادہ سخت اور خوفناک تھا۔ تفسیر ابن کثیر، سنن ابوداؤد اور جامع ترمذی نے جہالت کی اس انتہاء کا ذکر کیا ہے۔

قیس بن عاصم نے دور جاہلیت میں کئی لڑکیاں زندہ درگور کی تھیں۔ وہب اسدی اور غیلان ثقفی نے جب اسلام قبول کیا تو ان کی دس دس بیویاں تھیں۔ ترکہ میں حصہ یتیم بچیوں کے ساتھ شادی ان کے اموال پر تصرف بیوہ اور مطلقہ کے ساتھ بدسلوکی ان کا شیوہ تھا۔ اس ظلم وستم کا خواہ کوئی بھی پس منظر ہو مگر جو عرب کلچر کا نقشہ ابھرتا ہے وہ نہایت بے رحمی اور ظلم و شقاوت کو ظاہر کرتا ہے۔

عورتوں کے حقوق کے لئے دین حق کی اعلیٰ تعلیمات

طبقہ نسواں کے دنیا کے ہر خطے اور مذہب و ملت میں مظلومیت اور حقارت آمیز سلوک کے برعکس جب دین حق کا ظہور ہوا تو مردوں کے ساتھ اس کے مساویانہ حقوق کا خاص خیال رکھا گیا اور دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں عورت کی ہر حیثیت سے عزت و تکریم قائم کی گئی۔

(۱) عورت کے عام حقوق: عورت کے عام حقوق میں عدل و مساوات کے رنگ میں بیان کیا گیا اس کی تخلیق کو ''نفس واحدہ'' کے طور پر ذکر کیا یہ فرمایا:

''یَا اَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِی خَلَقَکُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَۃٍ وَ خَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَبَثَّ مِنْھُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّ نِسَآءً۔ (سورۃ النسآء: ۲)

اے لوگو! اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور پھر اس سے اس کا جوڑا بنایا اور اس سے مردوں اور عورتوں کو (زمین میں) پھیلایا۔

سورۃ الشوریٰ کی آیت میں بھی عورت کو انسان ہی کی ایک صنف بیان کر کے اس کے حقوق کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اسی طرح سورۃ البقرہ میں مرد و عورت کو ایک دوسرے کا لباس کہہ کر عورت کی قدر و منزلت کو قائم کیا گیا ہے۔

○ یہاں پر بتایا گیا ہے کہ بنی نوع انسان کو باہمی حقوق و فرائض میں تقویٰ اور رضاء الٰہی کو اختیار کرنا چاہئیے۔ ○ خالق کائنات نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا ہے یعنی تمہاری ضروریات ایک جیسی ہیں اور اس لحاظ سے تمہارے حقوق و فرائض (اپنے اپنے دائرہ میں) ایک جیسے ہیں۔ ○ اس ایک ہی صنف سے دنیا میں مردوں اور عورتوں کو جگہ دی یعنی حقوق و مساوات کے اعتبار سے کوئی تفریق یا کمی بیشی واقع نہ ہوگی۔ پھر انہی امور کا ذکر قرآن کریم کے مختلف دیگر مقامات پر بھی کیا گیا ہے۔

(۲) عمل و جزا کے لحاظ سے مساوات: نسوانیت کی نزاکت یا خلقی کمزوری کے باعث عورت پر مناسب ذمہ داری ڈالی گئی ہے۔ تاہم عملی زندگی میں مرد و عورت کے حقوق برابر ہیں۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔

"اَنِّیْ لَا اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی بَعْضُکُمْ مِّنْ بَعْضٍ (سورۃ آل عمران: آیت ۱۹۶)

یعنی اے لوگو! میں جو تمہارا خالق و مالک ہوں میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کے عمل کو ضائع نہیں کرتا خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ کیونکہ تم بعض بعض سے ہو تم اصلاً اور نسلاً ایک ہو۔

اسی طرح فرمایا:۔

"وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ" (سورۃ البقرہ: آیت ۲۲۹)

یعنی جس طرح خاوندوں کے حقوق بیویوں کے ذمہ ہیں اسی طرح بیویوں کے حقوق خاوندوں کے ذمہ ہیں۔

○ ان ارشادات میں مرد و عورت دونوں کو عملی زندگی میں آزادی اور اختیار دیا گیا ہے۔ صنف نازک پر کوئی قدغن نہیں لگائی گئی۔ ○ فرمایا کہ دونوں کو جنس کے مختلف ہونے یعنی مرد یا عورت ہونے کے ناطہ جزا اور اجر سے محروم نہیں کیا جائے گا۔ ○ یہ بھی فرمایا کہ تم بعض بعض سے ہو یعنی ہر دو کا تعلق نسلاً ایک دوسرے سے ہے۔ گویا ایک درخت کی شاخیں ہیں۔ ○ سورۃ البقرہ کی آیت مذکورہ میں یہ وضاحت کر دی گئی کہ ہر دو خاوند بیوی (مرد و عورت) کے حقوق ایک جیسے ہیں کوئی بھی مافوق الانسان نہیں۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ...... نے عورت کے اعمال کی جزا کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''عورت مستقل حیثیت رکھتی ہے اور دینی انعامات بھی وہ ہر قسم کے پا سکتی ہے۔ مرنے کے بعد بھی وہ اعلیٰ درجہ کے انعامات پائے گی۔

(مضمون: ''عورتوں کو غلامی سے نجات دلانے والا نبی'' مطبوعہ الفضل ۱۲ جون ۱۹۲۸ء)

(۳) ذمہ داری کے اعتبار سے عورتوں پر مردوں کی فوقیت کیوں؟ چونکہ عورت ذات اپنی طبعی

اور خلقی کمزوری اور نزاکت کے اعتبار سے خاص توجہ اور شفقت کی محتاج ہے اس لئے مَردوں کی ایک گونہ فوقیت ہونے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''اَلرِّجَالُ قَوّٰمُونَ عَلَی النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰہُ بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَبِمَا اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِھِمْ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ- (سورۃ النساء آیت: ۳۵)

یعنی گھریلو زندگی میں مردوں کو عورتوں پر نگران رکھا گیا ہے یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے (ذمہ داریوں کے لحاظ سے) بعض کو بعض پر فضیلت بخشی ہے اور اس وجہ سے بھی کہ عورتوں کے اخراجات و نفقات کی ذمہ داری بھی مَردوں پر ہے- پس نیک عورتوں (بیویوں) کو اہلی زندگی میں اپنے خاوندوں کی فرمانبردار رہنا چاہئیے-

○ آیت مذکورہ میں نظام معاشرت کو چلانے کے لئے مَردوں کو عورتوں کا نگران قرار دیا گیا ہے یہ کہ وہ نگرانی کا حق ادا کرے نہ کہ صرف چودھراہٹ کا اظہار کرتا پھرے- ○ یہ تفوق اس بنا پر بھی ہے کہ نان و نفقہ کی ذمہ داری مردوں (خاوندوں) پر ڈالی گئی ہے- ○ نیک اور صالح بیویوں کو نظام کو چلانے کے لئے اہلی زندگی میں فرمانبرداری کا عملی نمونہ دینا چاہئیے-

(۴) **مال و جائیداد اور ترکہ میں عورت کا حق**: سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ...... عورت کے مالی حقوق کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''عورت کی یہ حالت تھی کہ وہ اپنی جائیداد کی مالک نہ تھی- اس کا خاوند اس کی جائیداد کا مالک سمجھا جاتا تھا اسے اس کے باپ کے مال میں سے حصہ نہ دیا جاتا تھا- وہ اپنے خاوند کے مال کی بھی وارث نہیں سمجھی جاتی تھی-

...... وہ (عورت) بے چاری اپنے مال میں سے صدقہ خیرات یا رشتہ داروں کی خدمت کرنے کی مجاز نہ تھی ...... خاوند جس سے کامل اتحاد کا رشتہ ہوتا تھا، اس کے مال سے بھی اسے محروم رکھا جاتا ......''

(عنوان: ''عورتوں کو غلامی سے نجات دلانے والا نبیؐ'' - مطبوعہ الفضل ۱۸ جون ۱۹۲۸ء)

دین حق کی ایک امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ طبقہ نسواں کو تمام جائز اور واجبی مالی حقوق دئے گئے- دنیا کی تاریخ کا قدیم تمدن یا بعد کی ''مہذب'' قوموں نے یا کسی اشتراکی یا سوشلسٹ نظریہ نے عورت کو نہ ایسے حقوق دئے نہ ان کے حقوق کی حفاظت کی- رشتہ طے کرتے وقت عورت کی رائے لینے، نکاح و شادی کے موقعہ پر اس کی رضامندی، بیوی کی حیثیت سے حق مہر، بیٹی بیوی اور ماں کی حیثیت سے مورث کا ترکہ پانے، طلاق و خلع کے حقوق، حضانت کے حقوق، تعلیم و تربیت کے حقوق، قومی اور ملکی معاملات میں مشاورت میں حصہ لینے کے حقوق نے طبقہ نسواں کو قدر و منزلت اور عظمت دی جس سے عرب و عجم نے برملا یہ تاثر لیا کہ ہمارے آقا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم عورت کے لئے نوید مسرت تھے اور اس کے نجات دہندہ آپ کی تعلیم نے عورت کو اعلیٰ مقام دیا اور اس مقام کے ناطہ سے حضور اقدس کا یہ پیارا قول ایک

عظیم صداقت ہے کہ

"حُبِّبَ اِلَیَّ مِنْ دُنْیَا کُمُ النِّسَآءَ وَالطِّیْبُ وَجُعِلَتْ قُرَّةُ عَیْنِی فِی الصَّلٰوةِ۔"

(الجامع الصغیر سیوطیؒ جلد ۱ صفحہ ۱۲۲)

یعنی دنیا میں سے میری فطرت کو جن چیزوں کی محبت دی گئی ہے وہ عورت اور خوشبو ہیں مگر میری آنکھوں کی ٹھنڈک تو نماز ہے یعنی عبادت الٰہی مقدم ہے۔

اس حدیث سے واضح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عورتوں اور خوشبو کا ساتھ ساتھ ذکر فرمایا تو ان ہر دو میں ایک قدر مشترک ہے جو ذہنی اور قلبی سکون دیتی ہیں چنانچہ صنف نازک کو اس کے حقوق کے ذریعہ جو اہمیت دی گئی ہے یہ بھی خالق فطرت کی وہ بادِ نسیم ہے جو دل کو لبھانے والی ہے جیسے پھولوں کی خوشبو قلب و ذہن کو معطر کرتی ہے۔ تاہم اصلی اور حقیقی محبت کا ذکر نماز سے کیا گیا یعنی عبادت الٰہی کا ذکر فرمایا اور اُسے آنکھوں کی ٹھنڈک قرار دیا۔

(۵) جہاد اور طبقہ نسواں؟ مومن کے لئے جہاد بڑی عظمت اور برکت کا موجب ہے اور یہ قومی بقا کے لئے بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ ایسا جہاد (جنگ) جس میں صنف نازک کھل کر دشمن کے مقابل پر نہیں آسکتی اس پر فرض نہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کا جہاد گھر میں ذمہ داریاں ادا کرنا بیان فرمایا ہے۔ آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"علیکنّ بالبیتِ فانّہ' جہاد کنّ" (مسند احمد جلد ۶)

یعنی تم پر گھر میں رہ کر خانگی ذمہ داریاں ادا کرنا ہی تمہارا جہاد ہے۔

ایک صحابیہ نے عرض کیا کہ جہاد میں فتح اور شہادت کے مقابل پر ہمارا کون سا عمل جہاد کرنے والوں کے عمل کے برابر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"طاعة ازواجهنّ والمعرفة بحقوقهنّ۔" (الترغیب والترهیب جلد ۳)

اپنے خاوندوں کی اطاعت اور ان کے حقوق کا خیال رکھنا (جہاد کے اجر کے برابر ہے)

پس عورتوں کو جہاد کے برابر اس کی گھریلو ذمہ داریاں ادا کرنے اور بچوں کی تربیت وغیرہ بتائی گئی ہے۔ اگرچہ بعض حالات کے پیش نظر عورتوں کو جہاد کے موقعہ مجاہدین کو پانی پلانے، زخمیوں کی مرہم پٹی کرنے اور تیر پہنچانے کی ذمہ داری سپرد کی گئی جسے وہ احسن طور پر ادا کرتی رہیں (بخاری کتاب الجہاد طبقات کبیر جلد ۸۔ طبقات ابن سعد۔ الاستیعاب) اسی طرح جہاد اکبر یعنی تربیت و اصلاح کا فرض بھی ہے جسے اپنے گھروں میں رہ کر عورتیں سرانجام دیتی تھیں۔ (الاستیعاب فی اسماء الاصحاب تذکرہ سمراء بنت نہیک)

(جاری)

مقامِ شَفِیْعُ الوَرٰی صلی اللہ علیہ وسلم

مقامِ شفیعُ الوریٰ اللہ اللہ
خُدا خود ہے محوِ ثنا اللہ اللہ

جسے بیکس و بے نوا سب نے سمجھا
وہ نکلا شہ دوسَرا اللہ اللہ

ہوا ہے نہ ہو گا زمانے میں پیدا
مشیّت کا یہ مُدعا اللہ اللہ

خداوندِ عالم ہے مشتاق جس کا
محمدؐ ہے وہ دِلرُبا اللہ اللہ

یہ وہ سحر تھا جس نے برقِ تپاں کو
دیا ذوق آبِ بقا اللہ اللہ

ھزاروں ہوئے با خدا پھر بھی سب میں
محمدؐ ہی ہے مصطفیٰ اللہ اللہ

ہوا لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ سے ظاہر
عروجِ حبیبِؐ خدا اللہ اللہ

بنامِ محمدؐ ہی آخر ہوئی ہے
غمِ لا دوا کی دوا اللہ اللہ

ترے دم قدم سے معطّر ہے اب تک
حریمِ جہاں کی فضا اللہ اللہ

یہی سرفرازی ہے اس خشک و تر میں
کہ مصلحؔ ہے تیرا گدا اللہ اللہ

مولانا مصلح الدین راجیکی

حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی کے چند اعجازی واقعات

(''حیاتِ احمد'' مصنفہ حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی...... سے ایک ورق)

اقتباس مرسلہ: مکرم انور احمد مبشر صاحب - مرل ضلع سیالکوٹ

بعنوان: ''قیام سیالکوٹ کے مزید واقعات - بردنار معجزنما اور زندگی کے عجائبات''

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی ایک اعجازی زندگی ہے - آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ اسی طرح ہوتا رہا ہے جس طرح پر انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ہوتا ہے - چونکہ آپ دنیا کے لئے ایک نافع الناس وجود تھے - اس لئے اما ماینفع الناس فیمکث فی الارض کے ارشاد کے ماتحت بعض اوقات خارق عادت طور پر موت کے منہ سے بچائے گئے - حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حضور ایک مرتبہ ایک دوست کا خط پیش ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر جو آگ ٹھنڈی ہوگئی تھی - آیا وہ فی الواقعہ آتش ہیزم تھی یا کہ فتنہ وفساد کی آگ تھی؟ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے آپ نے زندگی کے بعض واقعات بیان فرمائے جو قیام سیالکوٹ کے زمانے کے تھے اور اُن واقعات کو پیش کر کے یہ بتایا کہ فی الواقع آتشِ ہیزم بھی ٹھنڈی ہوسکتی ہے - چنانچہ فرمایا کہ فتنہ وفساد کی آگ تو ہر نبی کے مقابل میں ہوتی ہے - اور وہی ہمیشہ ایسا رنگ پیدا کرتی ہے اللہ تعالیٰ ایک معجزنما طاقت اپنے نبی کی تائید میں اس کے بالمقابل دکھاتا ہے -

ظاہری آتش کا حضرت ابراہیمؑ پر فرو کر دینا اللہ تعالیٰ کے آگے کوئی مشکل امر نہیں اور ایسے واقعات ہمیشہ ہوتے رہتے ہیں - حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے مشکل امر نہیں اور ایسے واقعات کی اب بہت تحقیقات کی ضرورت نہیں - کیونکہ ہزاروں سال کی بات ہے ہم خود ایسے زمانہ میں ایسے واقعات دیکھ رہے ہیں اور اپنے اوپر تجربہ کر رہے ہیں - ایک دفعہ کا ذکر ہے - جب کہ میں سیالکوٹ میں تھا تو ایک دفعہ بارش ہو رہی تھی - جس کمرہ کے اندر میں بیٹھا ہوا تھا - اس میں بجلی آئی سارا کمرہ دھوئیں کی طرح ہوگیا اور گندھک کی سی بو آتی تھی - لیکن ہمیں کچھ ضرر نہ پہنچا - اسی وقت وہ بجلی ایک مندر میں گری جو کہ تیجا سنگھ کا مندر تھا اور اسی میں ہندوؤں کی رسم کے مطابق طواف کے واسطے پیچ در پیچ اردگرد دیوار بنی ہوئی تھی اور اندر ایک شخص بیٹھا تھا - بجلی تمام چکروں میں سے ہو کر اندر جا کر اس پر گری اور وہ جل کر کوئلہ کی طرح سیاہ ہوگیا - دیکھو وہ بجلی آگ تھی جس نے اس کو جلا دیا مگر ہم کو کچھ ضرر نہ دے سکی کیونکہ خدا تعالیٰ نے ہماری حفاظت کی - ایسا ہی سیالکوٹ کا ایک اور واقعہ ہے کہ ایک دفعہ رات میں ایک مکان کی دوسری منزل میں سویا ہوا تھا - اور اسی کمرہ میں میرے ساتھ پندرہ یا سولہ

(بقیہ صفحہ ۲۹ پر)

''الف حامیم و دال می خوانم'' کی موزونیت

تجزیہ وتحریر: مکرم ملک جمیل الرحمٰن رفیق صاحب

بہائیوں کی طرف سے ایک اعتراض جو وہ ۱۹۳۵ء میں بھی کر چکے ہیں، اور اس وقت مولانا جلال الدین شمس صاحب نے اس کا جواب بھی شائع کیا تھا، دوبارہ کیا گیا۔ اعتراض یہ تھا کہ حضرت نعمت اللہ ولیؒ کے فارسی قصیدے میں یہ مصرع: ا ح م و دال ے خوانم قواعد عروض کے لحاظ سے بے وزن ہے، لہٰذا یہ مصرع محرف ومبدل ہے۔ بلکہ اصل مصرع میم و حامیم و دال ے بینم ہے جو کہ قواعد عروض کے مطابق قصیدے کی بحر کے لحاظ سے درست ہے۔

اس اعتراض کا جواب ماہنامہ انصاراللہ کے شمارہ ستمبر ۲۰۰۰ء میں دیا گیا تھا۔ مذکورہ مصرع کے قواعدِ عروض کے مطابق درست ہونے کی پانچ توجیہات ہم نے پیش کی تھیں، اب بہائیوں کے ایک کتابچہ میں ان میں سے چار پر اعتراض کیا گیا ہے۔ ایک توجیہہ پر وہ کوئی اعتراض نہیں کر سکے۔ اس لحاظ سے بات تو ختم ہو جاتی ہے کہ مذکورہ مصرع بے وزن نہیں بلکہ موزون ہے۔ بایں ہمہ خاکسار ذیل میں دیگر چار توجیہات پر اعتراضات کا جائزہ پیش کر رہا ہے۔

(۱) اَلِف حَا میں خزم: اس پر اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ ''اگر حرف 'ا' کو خزم مان لیں تو ح م اور دال بچیں گے اور مفعولن کی جگہ صرف فعلن رہ جائے گا اور مصرع کہیں کا نہ رہے گا۔''

افسوس کہ معترض ایک بالکل سادہ سی بات نہ سمجھ پانے کا اظہار کر رہے ہیں۔ خاکسار نے تقطیع میں ایک حرف کے خزم کا ذکر کیا تھا اور تقطیع کر کے دکھائی تھی جس سے صاف ظاہر ہے کہ اَلِف حامیم و دال می خوانم میں اَ کا خزم تھا اور لِف خزم میں شامل نہیں تھا مگر موصوف نے پورے اَلِف یعنی تین حروف کا خزم کر کے اعتراض کر دیا ہے۔ خاکسار نے یوں تقطیع کی تھی:

فعلن	مفاعلن	مفعولن	خزم
-O-O	-OO-OO	-O-O-O	O

خاکسار نے یہ بھی ذکر کیا تھا کہ عربی اور فارسی کے شعراء خزم کر لیتے ہیں جب کہ اردو کے شعراء نہیں کرتے۔ ایک عربی شعر اور ایک فارسی شعر میں خزم کی مثال بھی درج کی تھی۔ معترض نے عربی شعر کو تو نہیں چھیڑا مگر فارسی شعر کے پہلے

مصرع کے بارہ میں لکھا ہے کہ اس میں خزم کوئی نہیں - وہ مصرع یہ ہے جس میں ایک حرف (م) کا خزم ہوا ہے :-

میانکش ناز کک چو سایۂ موے

خاکسار نے اس مصرع کی تقطیع کر کے خزم واضح کیا تھا - مگر معترض خزم ماننے سے انکاری ہیں - اس بارہ میں ذیل میں ''قواعد العروض'' مؤلفہ غلام حسنین قدر بلگرامی سے مندرجہ ذیل اقتباس پیش خدمت ہے :

''میانکش نازکک چو سایہ موے + گوئی از یکدگر گسستے + بروزن فاعلاتن مفاعلن فعلات یا فعلن ہے - اور میانکش کا میم اس میں خزم ہے جو کہ وزن سے علیحدہ ہے'' (قواعد العروض صفحہ ٤٩)

یاد رہے کہ خزم تقطیع میں شامل نہیں ہوتا مگر مفہوم میں شامل ہوتا ہے -

(٢) ایک توجیہ خاکسار نے یہ لکھی تھی کہ ہر وہ الف جس پر حرکت ہو وہ عربی میں ہمزہ کہلاتا ہے - چونکہ اُحمد کے شروع میں الف متحرک ہے لہٰذا لغت عرب میں یہ ہمزہ کہلائے گا - اس لحاظ سے اح م د دال می خوانم کو یوں بھی پڑھ سکتے ہیں :

ہمزہ حا م و دال می خوانم

اس طرح تقطیع فاعلاتن مفاعلن فعلن ہوگی جو بغیر خزم کئے بحر خفیف کا وزن ہے اس پر اعتراض کیا گیا ہے کہ ''اہل علم کے نزدیک ہائے ہوز کا وصل یا سقوط جائز نہیں ہوسکتا - اس لئے شعر ناقص ہی رہے گا''

اس کے جواب میں غلام حسنین قدر بلگرامی کی کتاب قواعد العروض (مؤلفہ ١٢٨٨ھ) سے ہائے ہوز کے سقوط کا جواز پیش ہے - لکھتے ہیں :

''ہائے بیان حرکت - یہ ہائے ہوز مختفی ہوتی ہے اور الفاظ کے آخر میں ملتی ہے - اس کے ماقبل کبھی فتحہ ہوتا ہے اور کبھی کسرہ - عربی میں ایسی ہائے ماقبل مفتوح اکثر علامت تانیث ہے جیسے حاملہ وغیرہا - جب درمیان مصرع اس کی حرکت ماقبل کا اشباع نہ ہو تو سمجھو کہ ہائے مذکورہ ساقط ہوگئی جیسے استاد ؎

بسکہ ز خویش آئنہ درپیش داشت جلوہ ہم از خویش فرا خویش داشت

یہاں 'کہ' اور 'آئنہ' اور 'جلوہ' کے آخر سے ہر ایک ہائے مختفی کرگئی - اور کسرہ وفتحہ ماقبل بحال رہا - یوں : بسک زخے مفتعلن - شاین در مفتعلن - جلوہمز مفتعلن - یا جیسے بحر ؎

وہ شاخ جس پہ کہ رکھا تھا آشیاں ہم نے نشانہ بنگئی آفات آسمانی کی

یہاں 'پہ' اور 'کہ' اور 'نشانہ' سے ہائے مختفی گر کر تقطیع میں ان کا فتحہ وکسرہ ماقبل بحال رہا یوں : وشاخ جس مفاعلن - پکِ رک کا فعلاتن - ت اا شیا مفاعلن ، ہم نے فعلن + نشابن مفاعلن'' (صفحہ ٩٤-٩٣)

یہاں ایک ہی شعر میں ہائے ہوز چار بار ساقط ہوئی ہے - بلگرامی صاحب نے تین کا ذکر کیا ہے حالانکہ ''وہ

شاخ" میں بھی "وہ" کی ہائے ہوز ساقط ہوئی ہے اور بلگرامی صاحب نے تقطیع میں اسے ساقط کیا ہے۔ پس ھمزہ حامیم و دال کی تقطیع میں بالکل درست طور پر ہائے ہوز کا سقوط ہوا ہے۔

مولانا جلال الدین صاحب شمس کی تقطیع پر اعتراضات کے جوابات

(۳) الف حامیم ودال میں الف کے لام کو ساکن کرنا: خاکسار نے تحریر کیا تھا کہ "قواعد عروض میں یہ اجازت موجود ہے کہ وزن درست کرنے کے لئے کبھی متحرک کو ساکن کر دیتے ہیں" بھائی معترض لکھتے ہیں کہ "اس کا حوالہ دیا جاتا تو زیادہ بہتر ہوتا۔" حوالہ اس لئے نہیں دیا گیا تھا کہ یہ قاعدہ شعراء کے لئے بہت عام اور معروف ہے۔ اس تعلق میں قواعد العروض مؤلفہ غلام حسنین بلگرامی کے صفحہ ۴۹ سے اقتباس پیش ہے:

"جس مقام پر تین متحرک متوالی ایک ہو جائیں خواہ ایک رکن کے ہوں مثلاً مفتعلن یا فعلا تن میں۔ خواہ دو رکن کے جس طرح مفعول مفاعیلن میں۔ پس درمیان والے متحرک کو ساکن کر لینا......"

خاکسار نے عبارت کا ابتدائی حصہ دیا ہے، تشریح کے لئے پوری طویل عبارت اصل کتاب سے ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ وزن درست کرنے کی خاطر ایسے مقام پر جہاں تین حرکات جمع ہو جائیں وہاں درمیان والی حرکت کو سکون میں بدلا جا سکتا ہے۔ بالکل یہی قاعدہ مولانا شمس صاحب نے استعمال کر کے اَلِف کے لام کو ساکن کیا ہے یوں:-

-O-O-OO-OO-O-OOOO (اَلِف حامیم ودال می خوانم)

یہاں تین کی بجائے چار متحرک جمع ہو گئے ہیں۔ پہلے تین متحرکوں میں سے درمیان والے (لام) کو ساکن کیا گیا ہے یوں:-

فاعلاتن	مفاعلن	فعلن
-O-OO-O	-OO-OO	-O-O

نوٹ: اَلِف حامیں الف کے ف پر حرکت اُسی طرح آئی ہے جس طرح میم کی دوسری م پر یا دال کے ل پر۔ یہ قاعدہ عروضیان جانتے ہیں۔

عربی شعر میں تسکین المتحرک بہت عام ہے۔ حضرت لبیدؓ کا شعر ہے۔

تَـرّاکُ امـکـنـۃِ اذالـم ارضھـا او یعتلقْ بعضَ النفوسِ حِمامُھا

اس میں یعتلق کے ق کو برعایت وزن ساکن کیا گیا ہے۔ اس بارے میں علامہ فیضی شرح معلقات میں اس شعر کے نیچے لکھتے ہیں:"والفعل منصوب فی الاصل فان کلمۃ اوھذہ بمعنی الی ان ولکن اسکن آخرہ ضرورۃً......"

(صفحہ ۲۵۴) یعنی فِعل (یعتلق) دراصل منصوب تھا (یعنی یَعْتَلِقَ تھا) لیکن اس کے آخر کو ساکن ضرورۃً کیا گیا ہے، یعنی شعری ضرورت کی خاطر۔ الفند الزمانی حرب بسوس کے بارے میں کہتا ہے۔

فَلَمَّا صَرَّحَ الشر وامسیٰ وَهْوَ عُرْيَان

(حماسه صفحه ۱۸)

یہاں وَهُوَ عُرْيَان، میں چار حرکات جمع ہوگئی ہیں۔ لہٰذا پہلی تین میں سے درمیانی حرکت کو ساکن کیا گیا ہے، اس طرح وَهُوَ ضرورت شعری کی خاطر وَهْوَ پڑھا جائے گا۔

ضرورت شعری کے لئے تو تشدید بھی مع حرکت کے سکون میں بدل جاتی ہے۔ حماسی شاعر ابو الغول الطهوی کہتا ہے۔

ولا يجزون من حسن بِسَيْئٍ ولا يجزون من غلظ بلين

(حماسه صفحه ۱۹)

یہاں بِسَيِّئٍ کو بِسَيْئٍ سکون سے پڑھا جائے گا محض ضرورت شعری کی خاطر۔

اَلف کا معنی ہزار: معترض نے مولانا شمس صاحب پر یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ اَلف پڑھنے سے مصرع تو درست ہو جائے گا مگر اس لفظ کے معنی ایک ہزار ہو جائیں گے۔ معترض کی یہ دلچسپ سادگی ہے۔ اَلف بمعنی ہزار میں لام کا سکون اصلی ہے جب کہ مصرع میں الف کا سکون محض عارض۔ مصرع پڑھنے والا فوراً سمجھ جاتا ہے کہ یہاں اَلْف بمعنی ہزار نہیں بلکہ یہ اَلِفْ ہے جسے شعری ضرورت کی خاطر اَلْف پڑھا گیا ہے۔ اس قسم کے امور شعر میں عام ہیں۔ مثلاً ابلعاء بن قیس الکنانی کا شعر ہے:

وفارسٍ في غمار الموت منغمس اذا تألّى على مكروهة صدقا

یہاں صَدَقَ (اُس نے سچ کر دکھایا) جو واحد کا صیغہ ہے ضرورت شعری کی خاطر صَدَقَا کر دیا گیا ہے جس سے بظاہر معنیٰ بدل گیا ہے کیونکہ صَدَقَا تثنیہ کا صیغہ ہے یعنی اُن دو نے سچ کر دکھایا۔ مگر پڑھنے والا فوراً سمجھ جاتا ہے کہ یہ الف تثنیہ کا نہیں بلکہ ضرورت شعری کا ہے کیونکہ پیچھے ایک کا ذکر ہے نہ کہ دو کا۔

ضرورت شعری کی حدود بہت وسیع ہیں۔ عظیم شاعر متنبّی کہتا ہے۔

أَتُنكِرُ يا ابنَ اسحاقٍ إِخائي وتحسب ماء غيري من إنائي

یہاں اسحاق کی جگہ اسحاقِ باندھا گیا ہے حالانکہ نثر میں اسحاق پر تنوین لانا ہرگز ہرگز جائز نہیں کیونکہ یہ غیر منصرف ہے۔ مگر شعر میں وزن ٹوٹنے سے بچانے کی خاطر اسحاقٍ کر دیا گیا ہے۔ حضرت حسان (نہ کہ حصان) بن ثابتؓ

کے شعر میں بھی فَعَمِیَ کی جگہ فَعَمِیْ پڑھا گیا ہے۔ عربی میں تسکین المتحرک بہت ہی عام ہے۔

اقبال کا ادلس: معترض نے علامہ اقبال کے شعر پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

''دور مت جائیے۔ علامہ اقبال نے موزونیت کی رو میں اُندلس کو 'ادلس' کے وزن پر موزوں کر دیا ہے: اے گل ستان اندلس وہ دن ہیں یاد تجھ کو۔ اندلس میں نون غنہ نہیں ہے بلکہ نون معلنہ ہے۔ اب آپ یہ کہیں کہ ضرورت شعری کے تحت نون کو بھی ساقط کیا جا سکتا ہے تو بات غیر معقول ہو جائے گی'' (صفحہ ۸۳)

معترض کو اس بارے میں غلط فہمی ہوئی ہے۔ اندلس میں نون معلنہ نہیں بلکہ نون غنہ ہے۔ اور نون غنہ ساقط ہو جایا کرتا ہے:۔

(الف) عربی میں نون ساکنہ کے بعد اگر حروف اخفاء میں سے کوئی حرف آجائے تو وہ نون ساکنہ نون غنہ ہوگا۔ اور دال حروف اخفاء میں سے ہے۔ اس قاعدے کے لئے علم التجوید کی کوئی بھی کتاب ملاحظہ فرمائیں۔ پس اندلس کا نون دراصل نون غنہ ہے۔ لہٰذا ساقط ہو سکتا ہے۔

(ب) قواعد العروض مؤلفہ غلام حسنین قدر بلگرامی کے صفحہ ۹۱ پر درج ہے:

''نون غنہ بعد حرف مفتوح: اس نون کے ماقبل فتحہ آتا ہے اور غنہ بولا جاتا ہے آتش۔

رخ و زلف پر جان کھویا کیا اندھیرے اجالے میں رویا کیا

اس وقت یہ نون تقطیع میں غیر مکتوب ہوتا ہے یوں: ادیرے فعولن اجالے فعولن''

پس مندرجہ بالا دو دلائل سے عیاں ہے کہ اَندَلُس (تلفظ کے لئے دیکھیں المنجد فی الاعلام) میں نون سے قبل فتحہ ہے۔ پس یہ غنہ ہے اور تقطیع میں ساقط۔ مزید یہ کہ اَندَلُس میں جب نون ساقط ہوگا تو باقی اَدَلُس رہ جائے گا۔ اب توالی الحرکات کا قاعدہ لگے گا اور تین حرکتوں میں سے درمیان والی ساکن ہو جائے گی اور نتیجہ ادلس رہ جائے گا۔ پس علامہ اقبال نے بھی مولانا شمس صاحب کی طرح تسکین المتحرک کا قاعدہ استعمال کیا ہے۔ جس پر معترض نے اعتراض کیا ہے۔

نوٹ: بعض احباب اَندَلُس (Andalucia) کو اُندُلُس پڑھتے ہیں۔ تقطیع میں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ محولہ بالا کتاب کے صفحہ ۹۳-۹۲ پر اس نون سے قبل کسرہ اور ضمہ ہونے پر بھی نون کے سقوط کا قاعدہ اور شعری مثالیں درج ہیں۔

(۴) ح کا سقوط: مولانا شمس صاحب کی تقطیع پر معترض نے لکھا ہے کہ:

''مصرع میں 'ح' کے سقوط کو جائز قرار دیتے ہوئے اسے یوں پڑھنے کی حمایت کی گئی ہے:

الفے میم و دال ے یئم'' (صفحہ ۸۳) درست یہ ہے کہ مصرع مذکور کو ''الفے میم و دال ے خوانم'' پڑھنے کی حمایت کی

گئی ہے-معترض کی کتاب میں ''الفے'' تو کمپوزیٹر کی لغزش ہے مگر ے خوانم کو ے ہیئم غالباً عمداً لکھا گیا ہے، جو قابل تعریف بات نہیں-

معترض نے لکھا ہے کہ ''یہاں غلطی کو نبھانے کے لئے 'حا' کو ہی ساقط کر دیا گیا ہے- یہ بات درست نہیں- 'حا' یا 'حے' میں سے صرف ح کو ساقط کیا گیا ہے-مگر حا کے الف یا حے کی ی کو ساقط نہیں کیا گیا، جیسا کہ تقطیع میں یہ بات واضح طور پر نظر آ رہی ہے- ہم وہ تقطیع جو ستمبر ۲۰۰۰ء کے شمارے میں درج کی تھی ذیل میں دوبارہ قارئین کے لئے درج کرتے ہیں- تا کہ حقیقت حال روشن ہو جائے:

الفے میم و دال مے خوانم

-O-OOO | -OO-OO | -O-O

فعلاتن مفاعلن فعلن

یہاں الفحے میں سے ح کو گرایا گیا ہے باقی الفے رہ گیا ہے- اگر الف حا پڑھا جائے تو یوں ہو گا اَلفَحا- ح گرانے کے بعد اَلفَا رہ جائے گا پس پورے حا کو نہیں گرایا گیا مولانا شمس صاحب نے ح کو ساقط کرنے کی مثال میں خوشدل کا شعر بھی پیش کیا تھا اور لطف یہ ہے کہ معترض کو اقرار ہے کہ ع، ہ، ح کے سقوط کی شعری مثالیں موجود ہیں- ہاں معترض نے اعتراف حقیقت کے ساتھ یہ بھی اطلاع دی ہے کہ ''مگر یہ مثالیں عیوب شعر میں شامل ہیں- میں تو بہت سے فصحا کی طرح ایسے اشعار کو ناموزوں قرار دیتا ہوں'' (صفحہ ۸۳)

یہاں ''بہت سے فصحا'' سے ظاہر ہے کہ ایسے اشعار کو سب فصحاء ناموزوں قرار نہیں دیتے- بلکہ ایسے فصحاء موجود ہیں جو خود بھی ایسے شعر کہتے ہیں اور انہیں موزوں سمجھتے ہیں- اصل بات یہ ہے کہ ع، ہ، ح کے عربی تلفظ اگرچہ بالکل مختلف ہیں مگر ان کے اردو اور فارسی تلفظ میں اَلِف کی چاشنی ہے، لہٰذا یہ حروف بھی الف کی طرح ساقط ہو جاتے ہیں-

حقیقت یہ ہے کہ شاعری پہلے سے موجود تھی، قواعد عروض بعد میں مستند شعراء کے کلام کی روشنی میں مدون کئے گئے- یہ نہیں ہوا کہ پہلے قواعد عروض مرتب کئے گئے اور پھر شعراء کو دعوت دی گئی کہ اِن قواعد کے مطابق شعر کہا کریں- مستند شعراء کا کلام قواعد عروض پر حاکم ہے- قواعد عروض ان کے کلام پر حاکم نہیں- ہاں یہ درست ہے کہ خود مستند شعراء میں بعض امور میں آپس میں اختلاف ہے- ایسی صورت میں عروضیان کا کام صرف اس اختلاف کو بیان کر دینا ہے، نہ کہ ایک گروہ کے ساتھ ہو کر دوسرے گروہ کے کلام کو غیر موزون قرار دینا- عروضیان تو مثلاً اقواء اور اِصراف کو عیوب شعر میں شمار کرتے ہیں- بایں ہمہ مستند شعراء امرؤ القیس، نابغہ، حضرت حسان بن ثابتؓ وغیرہ کے کلام میں یہ ''عیوب'' پائے جاتے ہیں- فتدبّر

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

پہلا غلافِ کعبہ

تحریر: مکرم پروفیسر محمد اسلم صابر صاحب

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں بعض قدیم طاقتور قوموں کا ذکر کر کے عبرت حاصل کرنے کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ ایک مقام پر قوم تُبَّع کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

''یہ لوگ (اہلِ مکہ) کہتے ہیں۔ ہم کو صرف پہلی موت سے واسطہ پڑے گا۔ اور ہم کو پھر زندہ کر کے کھڑا نہیں کیا جائے گا۔ پس اگر تم سچے ہو۔ تو ہمارے باپ دادوں کو دوبارہ اس دنیا میں لا کر دکھا دو۔ کیا وہ اچھے ہیں یا تُبَّع کی قوم۔ اور وہ لوگ جو تُبَّع سے پہلے تھے۔ ہم نے ان سب کو ہلاک کر دیا وہ لوگ یقیناً مجرم تھے۔'' (سورۃ الدخان آیت ۳۵ تا ۳۸)

مذکورہ بالا آیات کریمہ سے ظاہر ہے۔ کہ قومِ تُبَّع زمانہ قبل از اسلام کی ایک زبردست قوم تھی۔ چونکہ اس قوم کے عظیم بادشاہ کا ہمارے مضمون سے براہِ راست تعلق ہے۔ اس لئے اس قوم کے مختصر تعارف کے ساتھ ہم اصل مضمون کی طرف لوٹیں گے۔ تاکہ قارئین کی معلومات میں اضافہ ہو۔

قوم تُبَّع کا تعارف: یاد رہے جزیرہ نما عرب کے اندر جنوب مغرب میں بحیرہ احمر کے ساحل کے ساتھ مشہور ملکِ یمن واقع ہے۔ یہاں ۱۱۵ ق م تا ۵۲۵ء یعنی ۶۴۰ سال تک قوم سبا کی شاخ حِمْیَر خاندان کی حکومت قائم تھی۔ حمیر سبا کا بیٹا تھا۔ یہ شاخ ریدان میں مقیم تھی۔ اور ان کے سردار کا لقب ''ذو ریدان'' یعنی صاحبِ ریدان تھا۔ آہستہ آہستہ انہوں نے باقی قومِ سبا پر بھی غلبہ حاصل کر لیا۔ تو لقب وسیع ہو کر ''مَلکِ سبا و ریدان'' مشہور ہوا۔ پھر جب حضر موت کا علاقہ بھی زیر نگین کر لیا۔ تو لقب ''مَلکِ سبا و ریدان و حضر موت'' معروف ہوا۔ جوں جوں مزید علاقے فتح ہوئے۔ اسی نسبت سے لقب بھی وسیع ہوتا رہا۔

حمیر خاندان کی حکومت کا عروج: ۲۷۵ء تا ۵۲۵ء حمیر خاندان کے دورِ ثانی یعنی آخری دور میں بادشاہوں کا لقب تُبَّع تھا۔ اس دور کے ایک تُبَّع کا نام اسعد ابو کرب تھا۔ جس نے ۳۸۵ء تا ۴۲۰ء یعنی ۳۵ سال حکومت کی۔ یہ قوم تبع کا سب سے زیادہ طاقتور بادشاہ تھا۔ اس کے عہد میں حمیری سلطنت کی وسعت میں بہت اضافہ ہوا۔ عربوں کی روایات کے مطابق اس نے آذر بائیجان پر حملہ کر کے ترکوں کو شکست دی۔ اس کی ہدایت پر اس کے دو بیٹوں نے صغد۔ روم و فارس کی طرف پیشقدمی کی۔ شاہِ فارس کیقباد کو شکست ہوئی۔ شاہِ سمرقند مقابلہ میں مارا گیا۔ اس کے دو جرنیل چین میں داخل ہو گئے۔ اور کامیابی کے ساتھ بہت بڑی تعداد میں قیدی اور کثیر اموالِ غنیمت لے کر واپس لوٹے۔ ہندوستان کے راجوں نے خوفزدہ ہو کر صلح کر لی۔ قسطنطنیہ کے بادشاہ نے جزیہ دینا قبول کیا۔ بالآخر رومہ پر لشکر کشی کی۔ مگر طاعون کی وبا سے اس کی فوج کا

بہت نقصان ہوا۔ رہی سہی کسر اہلِ روم نے قتل و غارت کر کے نکال دی۔ اور وہ بمشکل جان بچا کر واپس لوٹا۔

تنقید اور تبصرہ: مشہور عیسائی عرب مورخ جرجی زیدان نے اپنی تاریخ ''العرب قبل الاسلام'' میں اسعد تبع کی ان فتوحات کی روایات پر تبصرہ کرتے ہوئے تضحیک سے کام لیا ہے۔ چنانچہ تعصبانہ انداز میں لکھتا ہے ''گویا یمنی جن تھے۔ اور چین اور ہندوستان چند ساعات کے فاصلہ پر تھے۔ اور ان ممالک کے لوگ حشرات (کیڑیاں) تھے۔ جو اپنا دفاع نہیں کر سکتے تھے۔'' ہم جرجی زیدان کی پھبتی کے جواب میں کہتے ہیں۔ کہ کیا ایران کے بادشاہ دارا اور راجہ پورس کے لوگ سکندر اعظم کے حملہ کے وقت حشرات الارض تھے؟ دونوں عظیم بادشاہوں نے چھوٹی سی ریاست مقدونیہ کے حاکم سکندر سے بہادرانہ لڑائی میں شکست کھائی۔ تاریخ ایسی مثالوں سے بھری پڑی ہے پھر یمنیوں پر تعجب کیسا؟

حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے بحوالہ ابن اسحاق اپنی کتاب ''المسامرات'' میں تحریر فرمایا ہے کہ

تبع اسعد اور اس کی قوم حمیر بت پرست تھے۔ ایک دفعہ وہ ایک مہم سے یمن کی طرف واپس آ رہا تھا۔ مکہ مکرمہ راستہ میں پڑتا تھا۔ بنو ھذیل کے کچھ لوگ اس سے آ کر ملے اور اُسے بتایا کہ اے بادشاہ سلامت۔ ہم آپ کو ایک خزانے کی خبر دیتے ہیں۔ جو تجھ سے قبل بادشاہوں کی نظر سے مخفی رہا۔ اس میں قسم قسم کے موتی، زمرد، یاقوت، سونا اور چاندی بڑی مقدار میں موجود ہے۔ بادشاہ نے کہا ضرور بتاؤ۔ انہوں نے کہا وہ خزانہ بیت مکہ میں ہے۔ بادشاہ نے مکہ پر حملہ کر کے خزانہ لوٹنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ اس نے اپنے دو یہودی علماء سے بھی مشورہ کیا۔ جنہیں وہ اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ کیونکہ وہ ان کی نیکی اور اصابت رائے سے متاثر تھا۔ بادشاہ کی بات سن کر دونوں نے کہا۔ بادشاہ سلامت! یہ لوگ آپ کی ہلاکت چاہتے ہیں اور آپ کے لشکر کی تباہی کے آرزومند ہیں۔ ہمارے علم کے مطابق زمین میں یہ اللہ کا گھر ہے اگر تو نے ایسا کیا جو یہ لوگ کہتے ہیں تو تُو بھی ہلاک ہوگا اور تیرے ساتھ تمام لوگ بھی ہلاک ہو جائیں گے۔ بادشاہ نے ان سے کہا۔ تو پھر بتاؤ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ انہوں نے کہا۔ جب تو وہاں جائے تو وہی کام کرنا جو وہاں کے رہنے والے کرتے ہیں۔ اس گھر کا طواف کرنا۔ اس کی تکریم و تعظیم کرنا۔ اپنا سر منڈوانا اور عاجزی اور انکساری اختیار کرنا۔ جتنا عرصہ وہاں قیام کرے ایسا ہی کرنا۔ بادشاہ نے تعجب سے پوچھا۔ تم کس وجہ سے میرے مقصد کے خلاف رائے دیتے ہو۔ انہوں نے کہا۔ ''اللہ کی قسم! وہ جگہ ہمارے باپ ابراہیم کا گھر ہے اور ویسا ہی ہے جیسا کہ ہم نے تجھے بتایا ہے۔ لیکن وہاں کے مکینوں نے اس میں بت نصب کر رکھے ہیں۔ اور اس کے گرد خون ریزی کرتے ہیں۔ وہ لوگ مشرک اور نجس ہیں۔ بادشاہ پر ان کی باتوں کا اثر ہوا۔ ان کی نصیحت کو سمجھ گیا۔ پھر اس نے بنو ھذیل کے لوگوں کو بلایا۔ اور ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے۔

مکہ میں آمد: پھر مکہ روانہ ہوا۔ وہاں پہنچ کر اس نے بیت اللہ کا طواف کیا۔ قربانی کی۔ سر منڈھوایا۔ اور دس روز قیام کیا۔ (چھ روز قیام کی روایت بھی ہے) اس دوران وہ مسلسل جانور ذبح کرواتا رہا اور لوگوں کو کھلاتا رہا اور پینے کے لئے شہد مہیا کرتا رہا۔

پہلا غلافِ کعبہ: اس دوران اس نے خواب میں دیکھا- کہ وہ بیت اللہ کو لباس پہنا رہا ہے- چنانچہ خواب کے مطابق اس نے خصف (موٹے کپڑا) کا غلاف پیش کیا- دوبارہ یہی خواب دیکھا کہ پہلے سے عمدہ کپڑے کا غلاف چڑھا رہا ہے- پھر اس نے مغافر کا غلاف چڑھایا- تیسری بار پھر خواب دیکھا کہ اس سے بھی زیادہ خوبصورت کپڑے کا غلاف چڑھا رہا ہے- چنانچہ اس نے ملاء اور وصائل (قیمتی یمنی دھاری دار کپڑے) کا غلاف چڑھایا اور اپنے ماتحت بنو جرھم کے والیوں کو تاکید کی کہ وہ اس گھر کو پاک وصاف رکھیں نہ اس کے قریب خون ریزی کریں نہ مردے دفن کریں- اور نہ ہی کوئی حائضہ عورت اس کے قریب آئے- پھر اس کا ایک دروازہ بھی نصب کیا- اور چابی لگائی- اس طرح تبع اسعد ابو کرب پہلا شخص ہے- جس نے کعبہ کو غلاف پہنانے کی طرح ڈالی- اس نے خود بھی اپنے اس فعل کے بارہ میں کہا ہے-

○

وَكَسَوْنَا الْبَيْتَ الَّذِىْ حَرَّمَ — اللّٰهُ مَلاءً مُعْصَبًا وَ بُرُودَا
وَاَقَمْنَا بِهٖ مِنَ الشَّهْرِ عَشْرًا — وَجَعَلْنَا لَنَا بِهٖ اِقْلِيْدَا
وَخَرَجْنَا مِنْهُ نَؤُمُّ سُهَيْلًا — قَدْ رَفَعْنَا لِوَاءَنَا مَعْقُوْدَا

ترجمہ:- ہم نے اس گھر کو جسے اللہ نے حرمت بخشی ہے- قیمتی کپڑوں اور چادروں سے ڈھانپا- ہم نے یہاں دس روز قیام کیا- اور اس گھر کو اپنی چابی لگائی- اور یہاں سے ہم اس عزم کے ساتھ نکلے- کہ سہیل ستارے پر کمندیں ڈالیں گے ہم نے احتراماً لپٹا ہوا جھنڈا فضا میں بلند کیا-

اس واقعہ کے بارہ میں بنو ہوازن کی ایک عرب خاتون نے اپنے بیٹے کو جو قوم کا سردار تھا احترامِ کعبہ کا خیال رکھنے اور ہر قسم کی نافرمانی سے مجتنب رہنے کی نصیحت کرتے ہوئے کہا-

أَبُنَىَّ لَا تَظْلِمْ بِمَكَّةَ — لَا الصَّغِيْرَ وَلَا الْكَبِيْرْ
وَاحْفَظْ مَحَارِمَهَا وَلَا — يَغْرُرْكَ بِاللّٰهِ الْغُرُوْرْ
اَبُنَىَّ مَنْ يَّظْلِمْ بِمَكَّةَ — يَلْقَ اَطْرَافَ الشُّرُوْرْ
اَبُنَىَّ يُضْرَبْ وَجْهُهٗ — وَيَلُحْ بِخَدَّيْهِ السَّعِيْرْ
اَبُنَىَّ قَدْ جَرَّبْتُهَا — فَوَجَدْتُّ ظَالِمَهَا يَبُوْرْ
اَللّٰهُ آمَنَهَا وَمَا — بُنِيَتْ بِعَرْصَتِهَا قُصُوْرْ
وَاللّٰهُ آمَنَ طَيْرَهَا — وَالْعُصْمُ تَأْمَنُ فِىْ ثَبِيْرْ
وَلَقَدْ غَزَاهَا تُبَّعٌ — وَكَسَا لِبُنْيَتِهَا الْحَرِيْرْ
وَاَذَلَّ رَبِّىْ مُلْكَهٗ — فِيْهَا فَاَوْفٰى بِالنُّذُوْرْ

يَمْشِي إِلَيْهَا حَافِيًا	بِفَنَائِهَا أَلْفًا بَعِيرْ
وَيَظَلُّ يُطْعِمُ أَهْلَهَا	لَحْمَ الْمَهَارَى وَالْجُزُوزْ
يَسْقِيهِمُ الْعَسَلَ الْمُصَفَّى	وَالرَّخِيصَ مِنَ الشَّعِيرْ

ترجمہ:- اے میرے پیارے بیٹے- مکہ مکرمہ میں نہ کسی چھوٹے پر نہ کسی بڑے پر ظلم کرنا- یہاں کے محرمات کی حفاظت کرنا- شیطان تجھے اللہ کے متعلق دھوکا نہ دے- اے فرزند دلبند- جو بھی مکہ مکرمہ میں کسی ظلم کا مرتکب ہوگا- اسے کئی قسم کے مصائب گھیر لیں گے- اے میرے جگر گوشے- ظالم کے چہرہ پر ضرب لگے گی- اس کے رخساروں کو آگ جھلسے گی- اے جانِ مادر- میرا تجربہ ہے- کہ اس مقامِ پاک پر ظلم کرنے والا ہمیشہ ہلاک ہوا- اللہ تعالیٰ نے اس گھر کو امن بخشا ہے- اس کے صحنوں میں کبھی محلات شاہی تعمیر نہیں ہوئے یعنی بادشاہوں کی دستبرد سے ہمیشہ محفوظ و مامون رہا- اللہ تعالیٰ نے اس کے پرندوں کو امن دیا ہے- اور یہاں کے کوہِ ثبیر پر مقیم پہاڑی بکرے بھی امن پاتے ہیں- تبع اپنے لشکر کے ہمراہ یہاں آیا- مگر لڑنے کی بجائے اس کی عمارت پر ریشمی غلاف نذر کیا- اور اللہ تعالیٰ نے اس کے ملک کو بھی اس کا مطیع بنا دیا- اور اس نے بھی یہاں اپنی نذریں پوری کیں- اس کے صحن تک آتے آتے اس کے دو ہزار اونٹوں کے پاؤں گھس گئے- وہ یہاں کے مکینوں کو بہترین یمنی اونٹ ذبح کر کے کھلاتا رہا- اور ان کو خالص شہد آب شعیر میں ملا کر پلاتا رہا-

کعبہ کی برکت سے: یہاں سے فارغ ہو کر تبع اپنے لشکر اور دونوں علماء سمیت یمن چلا گیا- اور وہاں پہنچ کر اس نے اپنی قوم کو اس نئے دینِ توحید (یہودیت) کو قبول کرنے کی دعوت دی- انہوں نے انکار کیا- ایک روایت کے مطابق قوم نے دورانِ سفر اس کے رویہ کی اطلاع حاصل کر لی تھی- چنانچہ اسے یمن میں داخل ہونے سے روک دیا- اور کہا کہ تو بے دین ہو چکا ہے- تبع نے انہیں سمجھایا کہ یہ دین تمہارے دین سے بہتر ہے- انہوں نے کہا ہم اس کا فیصلہ آگ سے کروائیں گے- تبع مان گیا- یہ اس قوم کا ایک طریق تھا- بعض امور کے فیصلے اس طرح کرتے تھے- ان کے اعتقاد کے مطابق آگ ظالم کو بھسم کر دیتی تھی- اور مظلوم کو کچھ نہ کہتی تھی- قوم اپنے بتوں اور معبودوں کو لے کر نکلی- ادھر دونوں یہودی عالم بھی حاضر ہو گئے- مذہبی صحیفے دونوں کی گردنوں میں حمائل تھے- چنانچہ وہ دونوں اور بت پرستوں کے نمائندے آگ کی جگہ پر بیٹھ گئے- جب تھوڑی دیر بعد آگ بھڑکی- تو مشرکین خوفزدہ ہو کر آگ کی جگہ سے بھاگنے لگے- ارد گرد لوگوں نے آوازے کسے اور انہیں صبر و ثبات کی تلقین کی- آگ نے ان کو ڈھانپ لیا- بتوں کو بھسم کر دیا- مگر دونوں احبار صحیفوں سمیت آگ سے صحیح سالم باہر نکل آئے- ان کے چہرے پسینہ سے شرابور تھے- یہ دیکھ کر حمیر قوم احبار کے ہاتھ پر بیعت کر کے یہودیت میں داخل ہو گئی اور وہ موحد بن گئے- یوں ملکِ یمن میں یہودیت کی بنیاد پڑی- یہ سب انقلاب خدا کے گھر کی برکت سے آیا-

محبتوں کا ایک شہر

از: مکرم بشیر احمد شاہد صاحب

دنیا میں بیسیوں ایسے مقامات اور شہر آباد ہیں جن کا نام بڑی عزت اور تکریم سے لیا جاتا ہے- یہاں سالانہ عرس اور میلے بھی لگتے ہیں اور کڑور ہا روپیہ نمائش بنی کی نظر ہو جاتے ہیں مگر اخلاقی اور روحانی قدریں لا حاصل- وہ اخلاقی روشنیوں کے مینار بننے کی بجائے مذہب سے دُور لے جانے، غیر اخلاقی کردار پیش کر کے گھپ اندھیروں میں دھکیلنے اور اخلاقی قدروں کو پامال کرنے کے درپے ہیں لیکن افسوس صد افسوس کوئی بھی اس طرف متوجہ ہونے کی جرات نہیں کر پا رہا-

آج میں ایک انوکھے شہر اور ایک ایسی جگہ کا ذکر کرنے لگا ہوں- جسے برسوں پہلے ایک بنجر- ناکارہ اور بے آب و گیاہ زمین کا بے مقصد ٹکڑا سمجھ کر نظر انداز کر دیا گیا تھا- یہاں سے لوگ راتوں کو گزرنا تو درکنار دن کے وقت بھی گزر کر حراساں ہوتے تھے- خدا تعالیٰ نے اسی جگہ کو اپنے ایک موعود اور پیاری برگزیدہ ہستی کی بدولت وہ جلا بخش دی کہ دنیا والے اس زندہ نشان کے چشم دیدہ گواہ بن گئے- اس جگہ کی ابتداء کا آغاز ۱۹۴۸ء میں ایک بیت الذکر کے سنگِ بنیاد رکھے جانے کے ساتھ ہوا اور دنیا کے نقشہ میں ''ربوہ'' کے نام سے منسوب ہو کر اُبھرا- دیکھتے ہی دیکھتے یہ بستی خدا کے نور سے منور ہو گئی- اس بستی کے متعلق ایک موقعہ پر خدا تعالیٰ کے اس فرستادہ موعود نے دنیا والوں کو مخاطب کر کے فرمایا- کہ یہ کبھی وہم نہ کرنا کہ یہ اجڑے گی- ربوہ کو خدا تعالیٰ نے برکت دی ہے اور اس کے چپہ چپہ پر اس کی توحید کے نعرے لگے ہیں اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا گیا ہے- اس لئے خدا تعالیٰ اس زمین کو کبھی ضائع نہیں کرے گا-

اس کے بعد اس مختصری آبادی نے خدا تعالیٰ کے فضل سے جلد جلد پھیلنا اور بڑھنا شروع کر دیا اور دیکھتے دیکھتے یہ خشک اور بنجر جگہ دنیا کے سامنے سرسبز و شاداب بن گئی اور ترقی کی منازل طے کرتے ہوئے یہ شہر علم کا گہوارہ بن گیا اور ایک ایسا وقت آیا کہ یہاں کے تعلیمی اداروں سے فارغ التحصیل طلباء کو بڑی قدر و منزلت حاصل ہونے لگی- اس پہاڑی ٹیلوں اور دریائے چناب کے کنارے آباد ہونے والے اس شہر نے دنیا والوں کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا-

یہ ایک انوکھا شہر آج دنیا کی نظروں میں ایک مثالی شہر بن چکا ہے- یہاں کے باسی پرسکون- پرامن زندگی گزارنے پر فخر سمجھتے ہیں ان کے دلوں میں خلوص، چاہتیں اور محبتیں پائی جاتی ہیں- یہاں عزت اور بزرگی ہے یہاں کے باسیوں کا لباس تقویٰ ہے- یہاں ہمدردیاں اور دکھ سکھ بانٹے جاتے ہیں- نیکی اور خیر ان کا شعار ہے- حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ ماٹو دے کر کہ

"محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں"

دنیا والوں کے دل جیت لئے ہیں- اگر چہ گذشتہ بیس پچیس سال سے سیاسی اور مذہبی شعبدہ بازوں نے اپنے ''مقاصد'' کے لئے اس شہرامن کو'' کھلے شہر'' کا رنگ دے کر اس کے تقدس کو پامال کرنے کی جسارت کی مگر اس کی روائتی معاشرت، محبت واخوت اور خوش و ملنساری نے ہر نو وارد اور اجنبی کا کھلے دل سے استقبال کیا اور پھر اپنی روایتی آؤ بھگت اور مہمان نوازی سے آنے والوں کے دلوں میں گھر کرلیا اور یہ ثابت کر دیا کہ طالع آزماؤں کے کسی شہر کا نام بدلنے سے اس کے اوصاف زائل نہیں ہوجاتے اور کسی شخص یا بستی کے نام سے اس کے تشخص یا نقوش کی آب و تاب کم نہیں ہوتی اور یہ حقیقت ہمیشہ قائم رہے گی کہ یہ ''ذات قرارٍ ومعین'' امن ومحبت کی بستی ہے-

''محبتوں کا یہ شہر'' ایسی نیک روحوں کو (جو حق کی متلاشی ہیں) کے لئے بھی دلی سکون مہیا کرنے کا ایک بڑا ذریعہ ہے- اور بھٹکے ہوؤں کے لئے ایک آماجگاہ- حق و باطل کی پہچان کی ایک درس گاہ ہے- یہاں جو بھی خلوص نیت سے آیا- وہ اپنے دامن کو سچائی کے نور سے بھر کر واپس لوٹا-

---

(بقیہ از صفحہ ۲۴)

آدمی اور بھی تھے رات کو شہتیر میں ٹک ٹک کی آواز آئی- میں نے آدمیوں کو جگایا کہ شہتیر خوفناک معلوم ہوتا ہے- یہاں سے نکل جانا چاہیے- انہوں نے کہا کوئی چوہا ہوگا- خوف کی بات نہیں- یہ کہہ کر پھر سو گئے- تھوڑی دیر بعد پھر ویسی آواز آئی تب میں نے ان کو دوبارہ جگایا مگر پھر بھی انہوں نے کچھ پرواہ نہ کی- پھر تیسری بار شہتیر سے آواز آئی تب میں نے ان کو سختی سے اٹھایا اور سب کو مکان سے باہر نکالا- اور جب سب نکل گئے تو خود بھی وہاں سے نکلا- ابھی دوسرے زینہ پر تھا کہ وہ چھت نیچے گری اور وہ دوسری چھت کو ساتھ لے کر نیچے جا پڑی اور سب بچ گئے- یہ خدا تعالیٰ کی معجزہ نما حفاظت ہے- جب تک کہ ہم وہاں سے نکل نہ آئے شہتیر گرنے سے محفوظ رہا- ایسا ہی ایک دفعہ ایک بچھو میرے بستر کے اندر لحاف کے ساتھ مرا ہوا پایا گیا اور دوسری دفعہ ایک بچھو لحاف کے اندر چلتا ہوا پکڑا گیا- مگر ہر دو بار خدا نے مجھے ان کے ضرر سے محفوظ رکھا- ایک دفعہ میرے دامن کو آگ لگ گئی تھی مجھے بھی خبر نہ ہوئی- ایک اور شخص نے دیکھا اور بتلایا اور آگ کو بجھا دیا- خدا تعالیٰ کے پاس کسی کے بچانے کی ایک راہ نہیں بلکہ بہت راہ ہیں......''

(حیاتِ احمد جلد اول صفحہ ۲۰۴، ۲۰۵)

نصاب امتحان سہ ماہی چہارم ۲۰۰۲ء

۱- قرآن کریم پارہ ۲۶ نصف اول

۲- کتاب تحفہ قیصریہ از حضرت مسیح موعودؑ

۳- کتاب انوارِ خلافت از حضرت مصلح موعود

(قائدِ تعلیم)

ایک صدی سے اوپر ہے

عشق میں جب سے دِل کو ہارا، ایک صدی سے اوپر ہے
اپنے ربّ پر ناز ہمارا، ایک صدی سے اوپر ہے
دُکھ کا جو بھی وقت گزارا، ایک صدی سے اوپر ہے
پل پل ہم نے تجھ کو پکارا، ایک صدی سے اوپر ہے

نام خُدا ہے اپنی طاقت، نامِ محمدؐ اپنی دولت
اپنے رب پر ناز ہمارا، ایک صدی سے اوپر ہے

طعن و تشن، یہ رنج و محن اب اپنی ذات کا حصہ ہے
ہم نے سب کچھ کیا گوارا، ایک صدی سے اوپر ہے

گھر جلوائے، ماریں کھائیں، بے وطنی کے صدمے جھیلے
عشق کا یہ بھرپور نظارہ، ایک صدی سے اوپر ہے

ظلم و جفا میں تازہ دم تم، صدق و صفا میں تازہ ہم
جھگڑا یہ اپنا تمہارا، ایک صدی سے اوپر ہے

لاکھوں سے اب بڑھ کر عرشیؔ شامل ہوئے کروڑوں میں
فتح مبیں کا یہ لشکارا ایک صدی سے اوپر ہے
''تو پھر احساں ہمارے گن سکو گے''

عرشی ملک

تعارف کتاب ''تحفہ قیصریہ''

تلخیص: از مکرم فضل احمد شاہد صاحب

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام ہر وقت دعوت الی اللہ کے بہترین مواقع کی تلاش میں رہتے تھے۔ ملکہ وکٹوریہ کی ڈائمنڈ جوبلی کی تقریب جون ۱۸۹۷ء میں دھوم دھام سے منائی جانے والی تھی۔ اس موقع سے بھی فائدہ اُٹھاتے ہوئے آپ نے ملکہ کو دعوت الی اللہ کا پروگرام بنایا۔ اس مقصد کے لئے آپ نے ملکہ کو ایک پیغام دینے کا فیصلہ فرمایا۔ یہ پیغام کتابی شکل میں ۲۵ مئی ۱۸۹۷ء کو شائع کیا گیا اور اس کتاب کا نام ''تحفہ قیصریہ'' رکھا۔ اس کتاب میں جوبلی کی تقریب پر مبارکباد کے علاوہ بہت ہی پُر حکمت انداز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دینِ حق کی صداقت کا اظہار کیا گیا ہے نیز ان اصولوں کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ جو امن عالم اور عالمگیر اخوت کی بنیاد بن سکتے ہیں اور اسلامی تعلیم کا خلاصہ بیان کر کے ملکہ معظمہ کو لنڈن میں ایک جلسہ مذاہب منعقد کرانے کی طرف توجہ دلائی۔ کتاب میں مندرج بعض اہم امور پیش خدمت ہیں:۔

آسمانی پیغام: اس کتاب کی بنیادی غرض حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے الفاظ میں یہ ہے فرمایا:۔ ''خدا ارادہ فرماتا ہے کہ آسمانی نشانوں کے ساتھ سچ کو دنیا میں پھیلا دے۔ سو میرا اصول یہ ہے کہ دنیا کے بادشاہوں کو اپنی بادشاہیاں مبارک ہوں۔ ہمیں ان کی سلطنت اور دولت سے کچھ غرض نہیں۔ ہمارے لئے آسمانی بادشاہی ہے۔ ہاں نیک نیتی سے اور سچی خیر خواہی سے بادشاہوں کو بھی آسمانی پیغام پہنچانا ضروری ہے۔ لیکن اس گورنمنٹ برطانیہ کی نسبت نہ صرف اس قدر ہے بلکہ چونکہ ہم اس دولت کے سایہ عاطفت کے نیچے با امن زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ اس لئے اس دولت کے لئے ہمارا یہ بھی فرض ہے کہ اس کی دنیا اور آخرت کے لئے دعا بھی کریں''

(صفحہ ۱۳)

تعارف: حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے اس پیغام میں اپنا تعارف ان الفاظ میں کرایا ہے:۔

''میں اس بات کو ظاہر کرنا بھی اپنی روشناسی کرانے کی غرض سے ضروری دیکھتا ہوں کہ میں حضرت ملکہ معظمہ کی رعایا میں سے پنجاب کے ایک معزز خاندان میں سے ایک شخص ہوں۔ جو میرزا غلام احمد قادیانی کے نام سے مشہور ہوں۔ میرے والد کا نام میرزا غلام مرتضٰی اور اُن کے والد کا نام میرزا عطا محمد اور اُن کے والد کا نام میرزا گل محمد تھا۔ یہ آخر الذکر اِس زمانہ سے پہلے والیان ملک میں سے تھے۔ مجھے خدا نے .... اپنی خدمت میں لے لیا اور جیسا کہ وہ اپنے بندوں سے قدیم سے کلام کرتا آیا ہے۔ مجھے بھی اس نے اپنے مکالمہ اور مخاطبہ کا شرف بخشا اور مجھے اُس نے نہایت پاک اصولوں پر جو نوع انسان کے لئے مفید ہیں قائم کیا''

(صفحہ ۴)

پاک اصول: حضور فرماتے ہیں:۔

''چنانچہ منجملہ ان اصولوں کے جن پر مجھے قائم کیا گیا ہے ایک یہ ہے کہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے کہ دنیا میں جس قدر نبیوں کی معرفت مذہب پھیل گئے ہیں اور استحکام پکڑ گئے ہیں اور ایک حصہ دنیا پر محیط ہو گئے ہیں اور ایک عمر پا گئے ہیں اور ایک زمانہ ان پر گزر گیا ہے۔ ان میں سے کوئی مذہب بھی اپنی اصلیت کے رو سے جھوٹا نہیں اور نہ ان نبیوں میں سے کوئی نبی جھوٹا ہے'' (صفحہ ۴)

''یہ اصول نہایت پیارا اور امن بخش اور صلح کاری کی بنیاد ڈالنے والا اور اخلاقی حالتوں کو مدد دینے والا ہے کہ ہم ان تمام نبیوں کو سچا سمجھ لیں جو دنیا میں آئے۔ خواہ ہند میں ظاہر ہوئے یا فارس میں یا چین میں یا کسی اور ملک میں اور خدا نے کروڑ ہا دلوں میں ان کی عزت اور عظمت بٹھا دی اور ان کے مذہب کی جڑ قائم کر دی اور کئی صدیوں تک وہ مذہب چلا آیا۔ یہی اصول ہے جو قرآن نے ہمیں سکھلایا۔ اسی اصول کے لحاظ سے ہم ہر ایک مذہب کے پیشوا کو جن کی سوانح اس تعریف کے نیچے آ گئی ہیں عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ گو وہ ہندوؤں کے مذہب کے پیشوا ہوں یا فارسیوں کے مذہب کے یا چینیوں کے مذہب کے یا یہودیوں کے مذہب کے یا عیسائیوں کے مذہب کے'' (صفحہ ۷)

مسئلہ جہاد کی وضاحت: حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:

''دوسرا اصول جس پر مجھے قائم کیا گیا ہے وہ جہاد کے اس غلط مسئلہ کی اصلاح ہے...... مجھے خدا تعالیٰ نے سمجھا دیا ہے کہ جن طریقوں کو آج کل جہاد سمجھا جاتا ہے وہ قرآنی تعلیم سے بالکل مخالف ہیں۔ بے شک قرآن شریف میں لڑائیوں کا حکم ہوا تھا جو موسیٰ کی لڑائیوں سے زیادہ معقول اور یشوع بن نون کی لڑائیوں سے زیادہ پسندیدگی اپنے اندر رکھتا تھا اور اس کی بناء صرف اس بات پر تھی کہ جنھوں نے مسلمانوں کے قتل کرنے کے لئے ناحق تلواریں اٹھائیں اور ناحق کے خون کئے اور ظلم کو انتہا تک پہنچایا ان کو تلواروں سے ہی قتل کیا جائے'' (صفحہ ۱۰)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے نزدیک بلاوجہ حکومتِ وقت کے خلاف تلوار اٹھانا جائز نہیں۔ چنانچہ فرمایا:۔ ''کسی عادل گورنمنٹ کے سایہ معدلت کے نیچے رہ کر...... پھر اس کی نسبت بغاوت کا قصد رکھنا اس کا نام جہاد نہیں ہے بلکہ یہ ایک نہایت وحشیانہ اور جہالت سے بھرا ہوا خیال ہے جس گورنمنٹ کے ذریعہ آزادی سے زندگی بسر ہو اور پورے طور پر امن حاصل ہو اور فرائض مذہبی کما حقہ ادا کر سکیں اس کی نسبت بدنیتی کو عمل میں لانا ایک مجرمانہ حرکت ہے نہ جہاد'' (صفحہ ۱۱)

حکومت کی اطاعت: حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے ایک مبارک اصول یہ بیان فرمایا:۔

''سو خدا تعالیٰ نے مجھے اس اصول پر قائم کیا ہے کہ محسن گورنمنٹ کی جیسا کہ یہ گورنمنٹ برطانیہ ہے سچی اطاعت کی

جائے اور سچی شکرگزاری کی جائے۔ سو میں اور میری جماعت اس اصول کے پابند ہیں'' (صفحہ ۱۱)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے اس اصول کے مطابق ہی جماعت احمدیہ جس ملک میں بھی رہ رہی ہو وہاں حکومت کی اطاعت اس کے فرائض میں داخل ہے اور جماعت اس کی پابند ہے۔

اسلامی تعلیم کے مقاصد: حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے اسلامی تعلیم کے خلاصہ کو بایں الفاظ تحریر فرمایا: ''اسلامی تعلیم کی رو سے دین...... کے حصے صرف دو ہیں یا یوں کہہ سکتے ہیں کہ یہ تعلیم دو بڑے مقاصد پر مشتمل ہے۔ اول ایک خدا کو جاننا۔ جیسا کہ وہ فی الواقعہ موجود ہے اور اس سے محبت کرنا اور اس کی سچی اطاعت میں اپنے وجود کو لگانا۔ جیسا کہ شرط اطاعت و محبت ہے۔ دوسرا مقصد یہ ہے کہ اس کے بندوں کی خدمت اور ہمدردی میں اپنے تمام قویٰ کو خرچ کرنا اور بادشاہ سے لے کر ادنیٰ انسان تک جو احسان کرنے والا ہو شکرگزاری اور احسان کے ساتھ معاوضہ کرنا'' (صفحہ ۲۹)

ایک مذہبی جلسہ کی تجویز: حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے ملکہ وکٹوریہ کو ایک ایسے مذہبی جلسہ کے انعقاد کی تجویز دی ہے جو لندن میں ہو چنانچہ حضور فرماتے ہیں:۔

''نہایت آرزو سے دل چاہتا ہے کہ ہماری قیصرہ ہند...... بھی قیصر روم کی طرح ایسا مذہبی جلسہ پایہ تخت میں انعقاد فرماویں کہ یہ روحانی طور پر ایک یادگار ہو گی۔ مگر یہ جلسہ قیصر روم کی نسبت زیادہ توسیع کے ساتھ ہونا چاہئے۔ کیونکہ ہماری ملکہ معظّمہ بھی اس قیصر کی نسبت زیادہ وسعتِ اقبال رکھتی ہیں اور اس التماس کا ایک یہ بھی سبب ہے کہ جب سے کہ اس ملک کے لوگوں نے امریکہ کے جلسہ مذاہب سے اطلاع پائی ہے۔ طبعاً دلوں میں یہ جوش پیدا ہو گیا ہے کہ ہماری ملکہ معظّمہ بھی خاص لنڈن میں ایسا جلسہ منعقد فرمائیں۔ تا کہ اس تقریب سے اس ملک کی خیر خواہ رعایا اور ان کے رئیسوں اور عالموں کے گروہ خاص لندن پایہ تخت میں شرفِ لقاءِ حضور حاصل کر سکیں...... ہاں یہ ضروری ہوگا کہ اس جلسہ مذاہب میں ہر ایک شخص اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرے۔ دوسروں سے کچھ تعلق نہ رکھے۔ اگر ایسا ہوا تو یہ جلسہ بھی ہماری ملکہ معظّمہ کی طرف سے ہمیشہ کے لئے ایک روحانی یادگار رہو گا اور انگلستان جس کے کانوں تک بڑی خیانتوں کے ساتھ اسلامی واقعات پہنچائے گئے ہیں۔ ایک سچے نقشہ پر اطلاع پا جائے گا۔ بلکہ انگلستان کے لوگ ہر ایک مذہب کی سچی فلاسفی سے مطلع ہو جائیں گے۔''

(صفحہ ۲۷-۲۸)

ایک مکاشفہ اور عیسائی عقائد کا ردّ: بعض لوگوں کے دلوں میں یہ اعتراض اُبھرتے ہیں کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے انگریزوں کی کیوں تعریف کی۔ یہی کتاب جو ملکہ وکٹوریہ کو لکھی گئی اس میں جہاں حکومت کے بعض معاملات میں شکرگزاری کا اظہار ہے وہاں پُر حکمت انداز میں عیسائی عقائد سے بیزاری کا اظہار بھی ہے۔ چنانچہ حضور ایک مکاشفہ کا ذکر

یوں فرماتے ہیں:-

''اور خدا کی عجیب باتوں میں سے جو مجھے ملی ہیں ایک یہ بھی ہے جو میں نے عین بیداری میں جو کشفی بیداری کہلاتی ہے یسوع مسیح سے کئی دفعہ ملاقات کی ہے اور اس سے باتیں کر کے اس کے اصل دعویٰ اور تعلیم کا حال دریافت کیا ہے یہ ایک بڑی بات ہے جو توجہ کے لائق ہے کہ حضرت یسوع مسیح ان چند عقائد سے جو کفارہ اور تثلیث اور ابنیت ہے ایسے متنفر پائے جاتے ہیں کہ گویا ایک بھاری افتراء جو ان پر کیا گیا ہے وہ یہی ہے'' (صفحہ ۲۱)

پادریوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''پادریوں کی کتابیں جن میں وہ دوسرے مذاہب کا ذکر کرتے ہیں اُس کثیف نالی کی طرح ہیں جس کا پانی بہت سی میل کچیل اور خس و خاشاک ساتھ رکھتا ہے پادری صاحبان سچائی کی حقیقت کو کھولنا نہیں چاہتے بلکہ چھپانا چاہتے ہیں''

(صفحہ ۲۸)

''راہِ حق میں خرچ کرنے والوں پر رشک کرو''

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ۲ جنوری ۱۹۹۸ء کو فرمایا:-

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا- دو شخصوں کے سوا کسی پر رشک نہیں کرنا چاہئے- وہ کون ہیں جن پر رشک کرنے کی اجازت ہے ایک وہ آدمی جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور اس نے اسے راہِ حق میں خرچ کر دیا- ایسے شخص پر رشک کرو- اگرچہ ایسے اشخاص اپنے اس خرچ کو چھپاتے ہیں چھپانے کی کوشش کرتے ہیں- مگر یہ ظاہر ہو بھی جاتا ہے اور اللہ کی تقدیر اسے ظاہر کر دیا کرتی ہے بعض دفعہ اس لئے تاکہ دوسروں کو نصیحت ہو- پس جب ان کو دیکھو تو ان پر رشک کرو- دوسرا ایسا شخص جسے اللہ تعالیٰ نے سمجھ دانائی اور علم و حکمت دی ہو- جس کی مدد سے وہ لوگوں کے فیصلے کرتا ہو- اور لوگوں کو سکھاتا ہو- تو دانائی اور علم و حکمت کو بنی نوع انسان کے حق میں استعمال کرنا چاہئے- اور یہ بھی ایک ایسا خرچ ہے جس کے نتیجے میں دانائی اور علم و حکمت میں ترقی ہوتی ہے-

یہ خدا کے عطا کردہ مال کی طرح جو ہمیشہ بڑھتا ہے یہ بھی بڑھتی رہتی ہے- اور جتنا آپ بنی نوع انسان کی خاطر کچھ خرچ کریں یا جو کچھ آپ نے پایا ہے اس میں شریک کرنے کی کوشش کریں تو اللہ تعالیٰ اس میں کمی نہیں آنے دے گا-''

تمام زعماء کرام حضورِ انور کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اپنی مجلس کے بجٹ ۳۱- اکتوبر تک سو فیصد ادا کر کے دعائیہ فہرست میں شمولیت اختیار کریں- (قائدِ مال)

نتیجہ امتحان سہ ماہی دوم ۲۰۰۲ء مجلس انصاراللہ پاکستان

اول: مکرم عبدالمنان محمود شاہکوٹی (نارتھ کراچی) **دوم:** مکرم منصور احمد لکھنوی (گلشن اقبال شرقی کراچی)

سوم: مکرم قریشی فصیح الدین احمد (نارتھ کراچی) مکرم محمد ظفر اقبال ہاشمی (وحدت کالونی لاہور)

خصوصی گریڈ حاصل کرنے والے! ربوہ: مکرم مبارک احمد خان صاحب، مکرم حبیب اللہ شاد صاحب، مکرم سید بشیر احمد صاحب دارالنصر شرقی - مکرم مرزا غلام رسول صاحب دارالبرکات - مکرم عمر حیات صاحب فیکٹری ایریا حلقہ سلام - مکرم عبدالرشید منگلا صاحب، مکرم عبدالسمیع خاں صاحب دارالرحمت شرقی الف - مکرم محمد اسلم صابر صاحب، مکرم ملک محمد حسین صاحب دارالفضل غربی - مکرم بشیر احمد شاہد صاحب دارالصدر غربی حلقہ القمر - مکرم ماسٹر بشارت احمد صاحب دارالعلوم وسطی، مکرم محمد عبداللہ صاحب قریشی ہاشمی دارالصدر شرقی - مکرم محمد محمود اقبال صاحب کوارٹرز تحریک جدید - **لاہور:** مکرم محمد سلیم اختر صاحب سلطان پورہ - مکرم سعید احمد بٹ صاحب جوہر ٹاؤن - مکرم محمد سعید شریف صاحب مغل پورہ شمالی - مکرم لیفٹیننٹ کرنل (ر) نعیم احمد صدیقی ڈیفنس - مکرم شمس الدین سیال صاحب، مکرم شیخ مامون احمد صاحب، مکرم شمیم احمد صدیقی صاحب، مکرم شیخ عبدالماجد صاحب، مکرم منیر الدین سیال صاحب بیت الاحد - مکرم محمد زکریا فاروقی صاحب سمن آباد - مکرم میجر (ر) محمد افضل خان صاحب ماڈل ٹاؤن - **فیصل آباد:** مکرم ڈاکٹر بشیر حسین تنویر صاحب، مکرم سید محمد یحییٰ صاحب، مکرم محمد اصغر عتیق صاحب، مکرم محمد اسلم شاکر صاحب دارالحمد - مکرم ملک محمد سجاد اکبر صاحب، مکرم چوہدری احمد دین صاحب، مکرم محمد اشرف کاہلوں صاحب، مکرم انعام اللہ ہاشمی صاحب دارالذکر - **راولپنڈی:** مکرم میجر (ر) راشد پرویز صاحب، مکرم محبوب احمد خان دہلوی صاحب، مکرم رفیق احمد قریشی صاحب پشاور روڈ - مکرم تصدق حسین صاحب واہ کینٹ - **اسلام آباد:** مکرم عبدالباری صاحب، مکرم رفیق احمد سعید صاحب، مکرم عطاء الرحمٰن صاحب اسلام آباد جنوبی - مکرم عبدالمنان فیاض صاحب، مکرم چوہدری مبارک علی حسنات صاحب اسلام آباد شرقی - مکرم ایم اے لطیف شاہد صاحب، مکرم شیخ محمود احمد صاحب اسلام آباد غربی - مکرم حمید المحامد صاحب اسلام آباد شمالی - **کراچی:** مکرم حمید الدین احمد صاحب ماڈل کالونی - مکرم یعقوب احمد بٹ صاحب، مکرم محمد سرور صاحب ڈرگ کالونی - مکرم ھبت اللہ کاہلوں صاحب، مکرم طاہر احمد خاں صاحب محمود آباد - مکرم کرامت حسین مختار صاحب اورنگی ٹاؤن - مکرم چوہدری ناصر احمد گوندل صاحب النور، مکرم محمد ابراہیم شاد صاحب سٹیل ٹاؤن گلشن حدید بن قاسم - مکرم محمود احمد ونیس صاحب کورنگی - مکرم سید محمود احمد شاہ صاحب، مکرم شعیب احمد ہاشمی صاحب گلشن اقبال غربی - **متفرق:** مکرم مسعود احمد صاحب لون چونڈہ - مکرم سید حمید الحسن شاہ صاحب سمبڑیال - مکرم فخر الحق صاحب حلقہ پورن نگر (سیالکوٹ) مکرم نذر محمد میاں صاحب، مکرم ڈاکٹر چوہدری ناصر احمد جاوید صاحب حافظ آباد، مکرم محمد انور گوگا صاحب منگلا جہلم - مکرم عبدالسلام صاحب سرگودھا شہر - مکرم نعیم احمد طارق صاحب کوٹ اڈو مظفر گڑھ - مکرم محمود مجیب اصغر صاحب اٹک - مکرم عبدالمجید زاہد صاحب، مکرم رفیق احمد صاحب، مکرم سید منیر احمد شاہ صاحب میر پور خاص - مکرم محمد سرور ابڑو صاحب لاڑکانہ شہر - مکرم عبدالقدیر صاحب کوئٹہ - مکرم سید اعجاز المبارک صاحب منیر چک نمبر L-6/11 ساہیوال -

(قیادت تعلیم)

تحریک جدید کے مالی جہاد کے بارہ میں اہم ارشادات

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی...... تحریک جدید کے مالی جہاد کے بارہ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ:''...... میں ان سب کو جو اس تحریک میں حصہ لے رہے ہیں یا حصہ لے سکتے ہیں یا اگر پہلے انہوں نے حصہ نہیں لیا- تو اب وہ اپنی گذشتہ کوتاہیوں کے ازالہ کا ارادہ رکھتے ہیں- خدا تعالیٰ کے دین کی خدمت کے لئے بلاتا ہوں- اور مطالبہ کرتا ہوں کہ وہ اس سال کی تحریک میں پہلے تمام سالوں سے بڑھ کر حصہ لینے کی کوشش کریں- اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جماعت کے مخلصین اللہ تعالیٰ کے فضل سے چندوں میں ہمیشہ نمایاں حصہ لیا کرتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ ان کا قدم ہمیشہ آگے بڑھے-'' (الفضل یکم دسمبر ۱۹۴۳ء)

''...... آج جس سہولت اور آسانی سے لوگ اس عظیم الشان تحریک میں حصہ لے کر اپنے رب کو راضی کر سکتے ہیں اس سہولت اور آسانی سے وہ کسی اور تحریک میں شامل نہیں ہو سکیں گے- اب گاڑی چھوٹنے والی ہے- تم جلدی اس میں سوار ہو جاؤ- ایسا نہ ہو کہ رہ جاؤ اور بعد میں اپنی غفلت اور محرومی پر پچھتاؤ-

وہ لوگ جنہوں نے ابھی تک اس تحریک میں حصہ نہیں لیا وہ اب بھی اس تحریک میں حصہ لے سکتے ہیں...... اسی طرح وہ لوگ جنہوں نے اس تحریک میں حصہ تو لیا ہے- مگر اپنی طاقت سے کم حصہ لیا ہے- میں ان کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنی کمی کو پورا کر لیں...... یاد رکھو چھلکا کام نہیں آ سکتا، مغز کام آتا ہے- اسی طرح نام کام نہیں آ سکتا، حقیقت کام آیا کرتی ہے- بے شک ایسے لوگوں نے ظاہری قواعد کو پورا کرتے ہوئے تحریک جدید میں اپنا نام لکھوا لیا ہے- مگر ثواب ہم نے نہیں دینا خدا تعالیٰ نے دینا ہے- اور خدا جانتا ہے کہ چندہ اپنی طاقت کے مطابق دیا گیا ہے یا طاقت اور توفیق سے کم دیا گیا ہے-'' (خطبہ جمعہ ۲۷ نومبر ۱۹۴۲ء بحوالہ الفضل ۲ دسمبر ۱۹۴۲ء)

خدا تعالیٰ کے انعام ختم ہونے والے نہیں

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ۱۹۶۶ء میں تحریک جدید کے سال نو کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا:

''جب انسان خدا کی راہ میں قربانی دیتا ہے اور خدا تعالیٰ اسے قبول کر لیتا ہے تو اسے مزید قربانی کی توفیق بخشتا ہے-'' مثلاً اللہ تعالیٰ اپنے ایک بندہ کو دس روپیہ انعام دیتا ہے اور وہ اس دس روپیہ میں سے کچھ اس کی راہ میں قربان کر دیتا ہے- پھر اللہ تعالیٰ اس کو مزید توفیق بخشتا ہے تا وہ ہدایت کے راستوں پر اور آگے بڑھے- پھر وہ اور آگے بڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے دس روپے کی بجائے ایک ہزار روپے انعام دیتا ہے- پھر اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ میرا بندہ ایک ہزار روپے لینے کے لئے تو پیدا نہیں کیا گیا یہ تو ایسے انعام کے لئے پیدا کیا گیا ہے کہ دنیا کی عقل اس کا اندازہ نہیں کر سکتی- پھر وہ بڑی بشاشت سے اور زیادہ قربانی خدا کی راہ میں پیش کرتا ہے تو خدا تعالیٰ ایک ہزار کی بجائے ایک لاکھ روپیہ اسے دیتا ہے- پھر ایک کروڑ- پھر ارب- یہ گنتی ختم ہونے والی نہیں کیونکہ خدا تعالیٰ کے انعام ختم ہونے والے نہیں- اس طرح وہ بندہ انعام پر انعام حاصل کئے جاتا ہے اور خدا تعالیٰ سے پاتا چلا جاتا ہے-''

تحریک جدید کے سال رواں کا آخری مہینہ ہے اللہ تعالیٰ کے لامتناہی انعامات حاصل کرنے کے لئے اپنے وعدہ جات کی ادائیگی جلد فرما دیویں- اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے- (مرسلہ: ایڈیشنل وکیل المال اول تحریک جدید)

صحت ہزار نعمت ہے

رپورٹ اجلاس شعبہ صحت جسمانی

مرسلہ: مکرم سفیر احمد ملک منتظم صحت جسمانی بیت النور لاہور

مورخہ ۲۵-اگست ۲۰۰۲ء بیت النور ماڈل ٹاؤن لاہور میں ایک خصوصی نشست بسلسلہ بیماریوں سے بچاؤ خصوصاً امراضِ قلب اور بلند فشارِ خون منعقد ہوئی۔ جس میں معاونت کے فرائض مکرم اثمار اے شیخ صاحب نے ادا کئے۔ جب کہ مکرم ملک طاہر احمد صاحب ناظم انصاراللہ نے صدارت کی اس نشست میں جس کو ورکشاپ کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔ پاکستان کے صف اول کے ڈاکٹر محترم مکرم مبین الحق ہارٹ سرجن نے شرکت کی۔ شریکِ مجلس ۸۵۔ احباب تھے جن کے سوالات کے جوابات تفصیل سے دیئے گئے۔

یہ بات تو سب ہی جانتے ہیں کہ صحت ایک انمول خزانہ ہے۔ اس لئے اس کی بحالی کے لئے، بقاء کے لئے، ہمیں مندرجہ ذیل باتوں پر عمل کرنا چاہئیے یہ ہدایات ڈاکٹر مبین الحق ہارٹ سرجن کے جوابات ہیں جو کہ انہوں نے دورانِ ورکشاپ دئے سے اخذ کئے گئے ہیں۔

(۱) ورزش: ہمیں اپنی گوناں گوں مصروفیات سے وقت نکال کر ورزش کو دینا چاہئیے۔ ہلکی ورزش جس میں واک "Walk" سب سے آسان ہے۔ ابتداء میں ۱۰ منٹ کی واک سے شروع کریں اور رفتہ رفتہ اس کا دورانیہ بڑھا کر ایک گھنٹہ تک جائیں۔ پنجگانہ نماز اگر تمام التزام کے ساتھ باجماعت پڑھی جائے تو یہ بھی ہلکی ورزش کی کمی پوری کر سکتی ہے۔

(۲) متوازان خوراک: متوازن خوراک اور بھوک رکھ کر کھائیں۔ تیل اور گھی کا استعمال کم سے کم کریں۔ نمک اور تیز مصالحہ جات سے پرہیز کریں۔ سادہ خوراک کو اپنائیں۔

(۳) وزن: اپنے وزن کو کم سے کم رکھیں یا اس معیار پر رکھیں جہاں پر یہ اٹھارہ انیس برس کی عمر میں تھا۔

(۴) علاج: بیماری کی صورت میں فوراً ڈاکٹر سے مشورہ کریں اور اُدویات کا استعمال کریں۔ خصوصاً بلند فشارِ خون میں فوری ڈاکٹر سے مشورہ کریں اور اس کو نارمل رکھیں۔ بہترین حد 80/120 ہے۔ بلڈ پریشر ایک سائلنٹ کلر ہے۔ یہ اندر ہی اندر چپکے سے دل، آنکھیں، کان گردے و دیگر قیمتی اعضاء کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا سکتا ہے۔ یا پھر یہ اسٹروک کا باعث بن سکتا ہے جس سے اپاہج ہونے کا خدشہ ہے۔ اس لئے بلند فشارِ خون پر فوری توجہ دیں۔

(۵) ہارٹ اٹیک اور فوری طبی امداد: مریض کو فوراً ڈسپرین کی ایک گولی پانی میں گھول کر پلائیں اور فوری نزدیکی ہسپتال لے کر جائیں۔ ڈاکٹر کا گھر پر بیٹھ کر انتظار نہیں کرنا چاہئیے۔ یہ جان لیوا بھی ثابت ہو سکتا ہے۔

(۶) ڈسپرین ایک کراماتی دوا: ڈسپرین ایک کراماتی دوا (Miracle Medecine) کے طور پر ابھری ہے۔ اس کا روزانہ استعمال اگر آپ کو السر وغیرہ نہیں ہے تو آپ کو کئی مہلک بیماریوں سے محفوظ رکھ سکتی ہے۔ مثلاً ہارٹ اٹیک سے۔

اس نشست میں کئی اور مفید سوالات بھی ہوئے۔ اس طرح یہ تقریب بخیر وخوبی اختتام پذیر ہوئی۔

قلعہ رہتاس

از: مکرم منور احمد صاحب پاکستان چپ بورڈ جہلم

(قلعہ رہتاس اس لحاظ سے خاص اہمیت کا حامل ہے کہ یہاں سے سعید فطرت شخصیات حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ کے دست مبارک پر بیعت کرکے جماعت آخرین میں شامل ہوئیں۔)

اڑھائی مربع میل کے رقبے پر پھیلا ہوا سطح سمندر سے ۲۶۶۰ فٹ بلندی پر اور سطح زمین سے ۳۰۰ فٹ بلند چٹان پر بنا ہوا قلعہ رہتاس شیر شاہ سوری کے ماہرین فن کی فنکاری کا ایک نادر نمونہ ہے جو کہ آج ساڑھے چار سو سال سے زائد عرصہ گزر جانے کے باوجود بھی عظمت رفتہ کے نشان کی مانند قائم ہے۔

رہتاس ضلع جہلم کا ایک تاریخی مقام ہے جو کہ دینہ سے سات کلو میٹر جنوب کی سمت ایک آبی گزرگاہ (برسات کے علاوہ ہموار ریتلی سطح) نالہ ''کہان'' اور ''کس'' (مقامی زبان میں برساتی نالہ کو کہتے ہیں) کے سنگم پر واقع ہے۔ پرانے زمانے میں پہاڑی علاقوں میں ندی' نالوں اور آبی راستوں کے ذریعے ہی نقل و حمل ہوتی تھی اور اس گزرگاہ نے بھی بے شمار تاریخی پیش قدمیوں کو دیکھا ہے جس میں سلطان محمود غزنوی' ظہیر الدین بابر اور اس سے قبل ایک روایت کے مطابق سکندر اعظم نے بھی اس راستہ کو استعمال کیا تھا۔ ان جنگجوؤں کی کامیابی کی ایک بڑی وجہ ان قدرتی گزرگاہوں پر کسی حفاظتی چوکی کا نہ ہونا تھا جس کی وجہ سے بیرونی حملہ آور کسی مزاحمت کے بغیر اندرون ہند تک چلے آتے تھے۔

قلعہ رہتاس کا بانی فرید خان بن حسن خان جو تاریخ کے اوراق میں شیر شاہ سوری کے نام سے جلوہ افروز ہوا ایک نہایت بہادر ذہین اور پڑھا لکھا نوجوان تھا جسے شہنشاہ ظہیر الدین بابر کی نیم جانشینی کا موقع ملا۔ شیر شاہ سوری کا آبائی علاقہ ہرات اور قندھار کے درمیان ایک علاقہ سور تھا۔ اس کی پیدائش کے بارے میں مورخین میں اختلاف ہے۔ ایک تحقیق کے مطابق ۱۴۸۲ء اور دوسری کے مطابق ۱۴۷۲ء ہے شیر شاہ سوری نے دو فیصلہ کن جنگوں میں ہمایوں کو شکست دے کر ایران پناہ گزین ہونے پر مجبور کر دیا اور چار سال چھ ماہ تک ہندوستان پر حکمرانی کی۔

قلعہ رہتاس کی تعمیر کا ایک مقصد تو یہ تھا کہ ہمایوں کی واپسی کا رستہ روکا جائے اور دوسرے مغلوں کے وفادار گکھڑوں پر کڑی نظر رکھی جائے تا کہ وہ ہمایوں کو دوبارہ حصول اقتدار کے لئے مدد نہ دے سکیں۔ اس کی بنیاد ۱۵۔مئی ۱۵۴۱ء کو رکھی گئی اور تقریباً ساڑھے چار سال میں تعمیر مکمل ہوئی جس کو تعمیر کرنے کے لئے کم و بیش تین لاکھ افراد نے حصہ لیا تھا۔ تعمیری خرچ کا اندازہ اس زمانے میں ۲۱ کروڑ پچھتر ہزار برطانوی پونڈ کے برابر تھا۔

قلعہ رہتاس کے اندر مخصوص اور شاہی افراد کے لئے قلعہ اندر کوٹ کی عمارت ہے جس کو ایک فصیل کے ذریعے

بقیہ قلعے سے الگ کیا گیا ہے اس حصے میں لنگر خانہ اور محلات ہیں۔ قلعہ میں بارہ دروازے، اڑسٹھ برج، اٹھارہ ہزار آٹھ سو چھپن کنگرے، فصیلوں کی مجموعی سیڑھیوں کی تعداد ساڑھے آٹھ ہزار ہے۔ فصیلیں ۴۵ تا ۵۰ فٹ چوڑی اور ۹۰ تا ۱۰۰ فٹ بلند ہیں جبکہ فصیل کی مجموعی طوالت بارہ میل کے قریب ہے۔ بیرونی حملہ آوروں سے نمٹنے کے لئے تین ہزار سوار پچھتر ہزار پیادے اور تقریباً ۵۰۰ توپیں ہر وقت تیار رہتی تھیں۔ اس کے محل وقوع کی وجہ سے اس کا محاصرہ کرنا ناممکن تھا۔ قلعہ کے شرقی جانب ایک گہرا برساتی نالہ ''پرنالہ کس'' واقع ہے جبکہ جنوب اور شمال کی سمت نالہ ''کہان'' ہے۔

قلعہ رہتاس کی اہم عمارات

لال گڑھ پوسٹ: پہاڑیوں سے گزرتی ہوئی قدیم کابل جانے والی شاہراہ کی حفاظت کے لئے نگرانی کی خاطر مشاہدہ گاہ بنائی گئی تھی جہاں سے جہلم شہر اور قلعہ رہتاس تک دیکھا جا سکتا تھا۔ یہ شاہراہ سے تقریباً تین فرلانگ دور ایک انتہائی بلند ٹیکری پر تعمیر کی گئی ہے۔ لال گڑھ پوسٹ کے اوپر پتھروں کا بنا ہوا گول مورچہ آج تک کھنڈرات کی شکل میں موجود ہے۔

مقبرہ خیر النساء: ایک کمرے پر مشتمل عمارت قلعے کے باہر واقع ہے اس کے مغرب کی جانب محراب اسے مسجد سے مماثل کرتی ہے اور ایک مستطیل پتھروں کا چوکھٹا بنا ہوا ہے۔

سفید محل: فن تعمیر کا نادر نمونہ جو سطح سمندر سے ۲۲۶۰ فٹ اونچا ہے۔ اس کو ''مان سنگھ'' کا محل بھی کہتے ہیں۔ مان سنگھ اکبر اعظم کا سسر تھا جس کو عہد اکبری میں اس قلعہ کا قلعہ دار بنایا گیا تھا۔

رانی کا محل: سفید محل سے شمال کی طرف ۲۰۰ میٹر کے فاصلے پر ہے۔ جس کی انتہائی بلندی پر خوبصورت جھروکے بنے ہوئے ہیں۔

لنگر خانہ: وسیع لنگر خانہ جس میں بارہ دلان اور گودام ہیں۔ یہاں پر ایک کتبہ میں درج ہے کہ یہاں دال میں روزانہ ایک من ہینگ استعمال ہوتی ہے۔

ست باولی اور بڑی باولی: لنگر خانہ کے صحن میں واقع ہے۔ محرابی دروازوں کے نیچے سیڑھیاں ہیں۔ جو سامنے اور دائیں بائیں سے آکر ایک ہو جاتی ہیں۔ یہ باولی پانی حاصل کرنے کے لئے استعمال ہوتی تھی۔ اس کے علاوہ چار محرابی چوکھٹوں کے نیچے دو سو ستر فٹ گہرائی سے اس کے کنویں کا محیط ۳۵ گز ہے نیچے تک ۳۰۰ سو سیڑھیاں ہیں۔

شاہی مسجد: ۵۰×۱۰۰ فٹ کی تین گنبدوں والی مسجد کے محراب و منبر قائم ہیں دائیں بائیں کشادہ حجرے ہیں۔

شیر کا پنجرہ: گول کمرہ جو فصیل میں کافی بلندی پر واقع ہے اس میں ایک بھوکا شیر مقید رہتا تھا۔ اس کے اوپر ایک گول پھانسی گھاٹ بھی ہے۔

شاہی تالاب: اس کا رقبہ ۴۰۰ مربع گز اور گہرائی کم و بیش ۳۰ فٹ ہے۔ برساتی پانی فصیل کی ایک موری سے آتا تھا اور یہ پانی غسل اور وضو کرنے کے کام آتا ہے۔

عید گاہ: تالاب کے وسط میں ۱۰۰×۱۲۰ فٹ کی ایک پختہ جزیرہ نما عید گاہ بنائی گئی ہے۔ عید گاہ جانے کے لئے کشتیاں استعمال کی جاتی تھیں۔

تلہ موری: برسات کا پانی قلعہ سے نکالنے کے لئے ایک خوبصورت آبشار کا منظر پیش کرتی ہوئی ۴۰۰ فٹ بلند موری۔

اصطبل: سوہل خانی دروازے کے جانب ایک وسیع اصطبل ہے اس میں وسیع صحن کے علاوہ تین کمرے اور ایک وسیع برج ہے۔

لنگر خانی دروازہ: ۹۰ فٹ اونچا دروازہ جو کہ نالہ ''کہان'' سے ۱۶۰ فٹ بلندی پر ہے اس کی چھت پر چڑھنے کے لئے ۱۰ اسیڑھیاں ہیں۔ محرابی قوس پر خوبصورت نقش و نگار بنے ہوئے ہیں۔ دونوں طرف سنگتراشی کے اعلیٰ نمونے خوبصورت پھولوں کی شکل میں موجود ہیں۔ اس کے اوپر بالا خانہ اور دائیں، بائیں گارڈ پوسٹ ہیں۔

شیشی دروازہ: لنگر خانی دروازہ سے تقریباً ۲۰۰ گز کے فاصلے پر واقع ہے۔ سطح ''کہان'' سے ۲۵۰ فٹ بلند، اور بنیاد سے لے کر اوپر تک اس کی بلندی ۹۵ فٹ ہے۔ وسطی محراب کی چوکھٹوں پر نیلم کے ٹکڑوں سے نفیس کام کیا گیا ہے۔ سکھ دور حکومت میں دروازے کے قیمتی پتھر اور جواہرات اُتار لئے گئے۔ محراب کے اوپر ۴۰×۲۰ فٹ کا ۱۵ فٹ بلند بالا خانہ ہے۔ دونوں دیواروں کے اندر اور باہر کی طرف قد آدم دریچے ہیں۔ سامنے والے دریچے میں پتھر سجائے گئے تھے جن کو رنجیت سنگھ کے دور حکومت میں اتار لیا گیا۔

مزیّن برج: شیشی دروازہ سے بائیں جانب کچھ زینے چڑھنے کے بعد مزیّن برج واقع ہے۔ برج کے شمال اور جنوب اور مشرق کی طرف بارہ فٹ اونچے اور آٹھ فٹ کشادہ دروازے ہیں۔

شاہی دروازہ: یہ سطح زمین سے پچاسی فٹ اونچا اور بارہ فٹ چوڑا ہے اس کے ساتھ ہی شاہی باغ اور مسجد واقع ہے۔

کابلی دروازہ: نالہ ''کہان'' کی سطح سے ۳۰۰ فٹ بلند' سادہ دروازہ ہے۔ کابل کی طرف رخ ہونے کی وجہ سے کابلی دروازہ کہلاتا ہے۔ اس کے اوپر خوبصورت بالا خانہ ہے۔

گڈے والا دروازہ: جنوب مشرقی فصیل پر واقع ایک سادہ سا دروازہ ہے اس دروازے پر نہ تو کنگرے بنائے گئے ہیں اور نہ ہی بالا خانہ ہے۔ یہاں سے فصیل وقفے وقفے کے بعد زینے کی طرح بلند ہو جاتی ہے۔

برج شہاب: یہ بیس کنگروں والا ایک برج ہے جس پر جانے کے لئے دو اطراف میں زینے بنے ہوئے ہیں۔ اس برج کو بارود خانہ کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔ فن تعمیر کا ایک نادر نمونہ جس پر چار خوبصورت کالنیں بنائی گئی ہیں۔

دروازہ چاندولی: سطح زمین سے ۳۰ فٹ بلند دروازہ ہے۔ جو کہ قلعہ کے اندر کے حصہ کو باقی قلعے سے ملاتا ہے۔ یہ دروازہ صرف شاہی افراد' بیگمات اور شاہی مہمانوں کی آمد و رفت کے لئے استعمال ہوتا تھا۔

باب سوہل خان: بنیاد سے اس کی بلندی ۱۳۰ فٹ اندرونی محراب ۵۰ فٹ اور چوکھٹ ۹۰ فٹ بلند ہے۔ قلعہ کے اس حصے میں بے شمار کمرے اس بات کو ظاہر کرتے ہیں کہ یہ غالباً Administration Block ہوگا یہاں پر محافظوں کے لئے بھی وسیع جگہ فراہم کی گئی ہے۔ اوپر کے حصے میں چار خوبصورت بالا خانے ہیں۔ انگریزی دور میں اس کو ریسٹ ہاؤس کا درجہ دیا گیا تھا اور مزید تعمیراتی کام کیا گیا کمروں کے دروازے جالی دار نئے بنائے گئے۔

طلاقی دروازہ: نالہ ''کہان'' کے مقابل ایک بلند گھاٹی کے کنارے پر واقع ہے۔ نیچے اترنے کے لئے ۱۰۰ اسٹیرھیاں تھیں جن کے ٹوٹ جانے کے بعد ایک ہموار دیوار بنائی گئی دائیں بائیں برج ہیں اور دروازہ کے باہر کانسوں پر ''اللہ'' اور ''محمد ﷺ'' کندہ ہیں۔ سنگ مرمر کا ایک کتبہ بھی دیوار میں نصب ہے۔

پیپل والا دروازہ: تیس فٹ چوکھٹے میں بنا ہوا جو اندر سے 24 فٹ اور باہر سے 26 فٹ بلند ہے۔

گٹیالی دروازہ: چونکہ اس کا رخ دریائے جہلم پر واقع پتن ''گٹیالاں'' کی طرف ہے اس مناسبت سے اس کو گٹیالی دروازہ کہا جاتا ہے۔ یہ دروازہ مشرقی سمت نالہ ''کہان'' سے ۶۳۰ فٹ بلند ہے۔ دروازے کی بلندی ۸۵ فٹ ہے۔

خواص خانی دروازہ: اس دہرے دروازے کے اندر حضرت سخی خواص خان کا مزار ہے۔ آج کل آمد و رفت کے لئے استعمال ہوتا ہے عہد سوری میں اس دروازے پر پرچم لہرائے جاتے تھے اس کے اوپر ایک بالا خانہ اور اندرونی دروازے پر دو کتبے بھی نصب ہیں۔

موری دروازہ یہ بھی ایک خوبصورت دروازہ ہے اس کے اندر ایک کتبے پر قلعہ کی تاریخ لکھی گئی ہے۔ محرابی کانسوں کے نیچے اللہ کے مبارک نام کندہ ہیں۔

قلعے کی موجودہ حالت زار

اگرچہ حکومت یہ اصولی فیصلہ کر چکی ہے کہ قلعہ کے تاریخی ورثہ کو بچانے کیلئے قلعہ کی آبادی جو کہ ۵۰۰ گھروں پر مشتمل ہے کو کہیں اور منتقل کر دیا جائے اور قلعہ کی مرمت کر کے سیاحوں کے لئے جدید سہولیات مہیا کی جائیں۔ لیکن حکومت کے مختلف محکموں کے آپس کے عدم تعاون اور طریقہ کار میں اختلاف کے باعث یہ التواء کا شکار ہے یہاں تک کہ جی ٹی روڈ سے قلعہ تک ایک پختہ سڑک کی تعمیر اور نالہ ''کہان'' پر پل بھی مکمل نہیں ہو پا رہا جس کے ستون بنے ہوئے بھی ۲۰ سال کا عرصہ ہو گیا ہے۔ قلعے کی حالت زار کا نقشہ کھینچتے ہوئے جناب رضا علی عابدی اپنی کتاب ''جرنیلی سڑک'' میں قلعہ رہتاس کے بارے میں تحریر کرتے ہیں:

''قلعہ رہتاس کہنے کو تو برصغیر کے تاج میں نگینے کی طرح جڑا ہے مگر انسانوں کی طرح بستیوں کی آبادیوں اور عمارات کی بھی تقدیر ہوا کرتی ہے۔ رہتاس کی تقدیر میں تنہائی لکھی ہے کم نگاہی لکھی ہے۔ یہ قلعہ جرنیلی سڑک سے صرف پانچ کلومیٹر دور ایک بلند ٹیکرے پر کھڑا ہے مگر چپ سادھے۔ عظمت رفتہ کے اس شاہکار کو کوئی دیکھنے نہیں آتا۔ ایک پٹھان نے اس خطہ زمین پر جو فصیلیں اٹھائی تھیں وہ اپنی قدامت کے باعث نہیں بلکہ دوسروں کی بے توجہی کے سبب جھکتی جا رہی ہیں کہ اب گریں اور تب گریں۔'' (کتاب جرنیلی سڑک صفحہ ۵۸)

مضبوط قلعے جو بادشاہ اپنی حفاظت کے لئے بناتے تھے۔ یہی ان کی موت کا سبب بھی بن جاتے تھے۔ قلعہ رہتاس کا بنانے والا شیر شاہ سوری بھی ایک قلعے ''کولنجر'' کی تسخیر کے دوران فصیل پر پھینکے گئے بارود کے واپس پلٹنے سے شدید زخمی ہوا اور قلعے کی تسخیر کے ساتھ ہی موت سے ہم آغوش ہو گیا۔ بعد میں شہزادوں کی نااتفاقی اور لڑائی نے مغل بادشاہ ہمایوں کو موقع دیا کہ وہ سوری خاندان کے اقتدار کا خاتمہ کر کے دوبارہ تاج و تخت حاصل کرے۔

کتابیات: (مضمون کے ماخذ) ۱۔ "History of Rohtas" مصنف اکرم شہباز ۲۔ ''جرنیلی سڑک'' مصنف رضا علی عابدی ۳۔ اس کے علاوہ قلعہ میں نصب کتبہ جات اور مقیم آبادی خصوصاً احباب جماعت احمدیہ سے حاصل شدہ معلومات۔

مضمون نگار حضرات سے: بعض احباب اپنے مضمون کی نقل (فوٹوسٹیٹ) بھجواتے ہیں۔ ایسے مضامین ماہنامہ میں شائع نہیں کئے جاتے۔ براہ کرم مضمون نگار حضرات اصل مسودہ مضمون بھجوایا کریں۔ (ایڈیٹر)

انصاراللہ علاقہ سندھ کا پہلا ورزشی مقابلہ منعقدہ کراچی

رپورٹ: شعبہ عمومی نظامت علاقہ سندھ

مورخہ ۱۸/اگست ۲۰۰۲ گلشن جامی کراچی میں پہلی مرتبہ مجلس انصاراللہ علاقہ سندھ کے زیر اہتمام ورزشی مقابلہ جات منعقد ہوئے جس میں درج ذیل نمائندگان نے شرکت کی۔ (۱) مکرم ارشد علی بھلر صاحب ناظم انصاراللہ سکھر (۲) مکرم محمود احمد ابڑو صاحب نمائندہ لاڑکانہ (۳) مکرم عبداللطیف علوی صاحب نمائندہ نواب شاہ۔ کراچی کی ۱۲ مجالس کے ۹۷ انصار شامل ہوئے جن کی قیادت مکرم قریشی محمود احمد صاحب ناظم انصاراللہ کراچی نے کی۔

اس ٹورنامنٹ کے انتظامات مکرم راجہ سعید احمد صاحب منتظم ذہانت وصحت جسمانی نے کئے۔ پروگرام میں درج ذیل ورزشی مقابلہ جات منعقد ہوئے ۱۔ والی بال ۲۔ ٹیبل ٹینس (Single) صفِ اول و دوم ۳۔ رسہ کشی ۴۔ کلائی پکڑنا۔

ورزشی مقابلہ جات: ۱۱ بجے ورزشی مقابلہ جات کا آغاز ہوا۔ مکرم چوہدری صغیر احمد چیمہ صاحب سیکرٹری مال جماعت احمدیہ کراچی نے اجتماعی دعا کے ساتھ اس تقریب کا افتتاح کیا۔ مکرم نعیم احمد خان صاحب ناظم انصاراللہ علاقہ سندھ تینوں نمائندگان اضلاع کے ہمراہ مقامِ ٹورنامنٹ پر موجود رہے۔ مندرجہ ذیل نے پوزیشن حاصل کی۔

والی بال (اول) مجلس عزیز آباد کے کھلاڑی: مکرم قریشی محمود احمد صاحب، مکرم عبدالرشید سماٹری صاحب، مکرم جناح الدین صاحب، مکرم ہبۃ اللہ کاہلوں صاحب، مکرم نصیر احمد صاحب چوہدری، مکرم سعید احمد اختر صاحب۔ (دوم) مجلس ماڈل کالونی/گلشن جامی **رسہ کشی** (اول) مجلس ڈرگ کالونی (دوم) مجلس گلشن جامی **کلائی پکڑنا** (اول) مکرم ارشد علی بھلر صاحب سکھر، مکرم جاوید بٹ صاحب ڈرگ کالونی (دوم) مکرم ریاض احمد ناصر صاحب گلشن جامی (سوم) مکرم چوہدری مبارک احمد صاحب گلشن جامی **ٹیبل ٹینس سنگل صفِ اول** (اول) مکرم منصور آفتاب صاحب گلشن اقبال شرقی (دوم) مکرم راجہ رشید احمد صاحب ماڈل کالونی **ٹیبل ٹینس سنگل صفِ دوم** (اول) مکرم چوہدری محمد انور صابر صاحب ڈرگ روڈ (دوم) مکرم راجہ سعید احمد صاحب ماڈل کالونی۔

تقسیمِ انعامات: کھیلوں کے اختتام پر تقسیمِ انعامات کی تقریب منعقد ہوئی جس کی صدارت مکرم ومحترم نعیم احمد خان صاحب ناظم مجلس انصاراللہ علاقہ سندھ نے فرمائی۔ تلاوت اور نظم کے بعد صدرِ اجلاس نے جیتنے والے انصار کو انعامات تقسیم کئے۔ بعدہٗ آپ نے حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔ آخر میں مکرم قریشی محمود احمد صاحب ناظم انصاراللہ ضلع کراچی نے مختصر تقریر کی۔ تقریب کا اختتام دعا سے ہوا اس طرح یہ ٹورنامنٹ بخیر وخوبی اختتام پذیر ہوا۔

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا احسانِ عظیم

(انتخاب از کلام حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ)

رکھ پیش نظر وہ وقت بہن! جب زندہ گاڑی جاتی تھی
گھر کی دیواریں روتی تھیں، جب دنیا میں تو آتی تھی

جب باپ کی جھوٹی غیرت کا، خوں جوش میں آنے لگتا تھا
جس طرح جنا ہے سانپ کوئی، یوں ماں تیری گھبراتی تھی

یہ خون جگر سے پالنے والے تیرا خون بہاتے تھے
جو نفرت تیری ذات سے تھی، فطرت پر غالب آتی تھی

کیا تیری قدر و قیمت تھی؟ کچھ سوچ! تری کیا عزت تھی
تھا موت سے بد تر وہ جینا قسمت سے اگر بچ جاتی تھی

عورت ہونا تھی سخت خطا تھے تجھ پر سارے جبر روا
یہ جرم نہ بخشا جاتا تھا، تا مرگ سزائیں پاتی تھی

گویا تو کنکر پتھر تھی، احساس نہ تھا جذبات نہ تھے
توہین وہ اپنی یاد تو کر!، ترکہ میں بانٹی جاتی تھی

وہ رحمت عالم آتا ہے، تیرا حامی ہو جاتا ہے
تو بھی انساں کہلاتی ہے، سب حق تیرے دلواتا ہے

Monthly **ANSARULLAH** October 2002

Ph: 04524-212982

EDITOR: NASRULLAH KHAN NASIR Regd. # : CPL - 92

زندہ نبی

سیدنا حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام اپنی کتاب تریاق القلوب میں فرماتے ہیں:

’’...... ہر ایک مذہب جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ہو کر اپنی سچائی پر قائم ہوتا ہے۔ اس کے لئے ضرور ہے کہ ہمیشہ اس میں ایسے انسان پیدا ہوتے رہیں کہ جو اپنے پیشوا اور ہادی اور رسول کے نائب ہو کر یہ ثابت کریں کہ وہ نبی اپنی روحانی برکات کے لحاظ سے زندہ ہے فوت نہیں ہوا۔ کیونکہ ضرور ہے کہ وہ نبی جس کی پیروی کی جائے۔ جس کو شفیع اور منجّی سمجھا جائے وہ اپنے روحانی برکات کے لحاظ سے ہمیشہ زندہ ہو۔ اور عزت اور رفعت اور جلال کے آسمان پر اپنے چمکتے ہوئے چہرہ کے ساتھ ایسا بدیہی طور پر مقیم ہو۔ اور خدائے ازلی ابدی حیّ قیّوم ذوالاقتدار کے دائیں طرف بیٹھنا اس کا ایسے پُرزور الٰہی نوروں سے ثابت ہو کہ اس سے کامل محبت رکھنا اور اس کی کامل پیروی کرنا لازمی طور پر اس نتیجہ کو پیدا کرتا ہو کہ پیروی کرنے والا روح القدس اور آسمانی برکات کا انعام پائے۔ اور اپنے پیارے نبی کے نوروں سے نور حاصل کر کے اپنے زمانہ کی تاریکی کو دور کرے۔ اور مستعد لوگوں کو خدا کی ہستی پر وہ پختہ اور کامل اور درخشاں اور تاباں یقین بخشے۔ جس سے گناہ کی تمام خواہشیں اور سفلی زندگی کے تمام جذبات جل جاتے ہیں۔ یہی ثبوت اس بات کا ہے کہ وہ نبی زندہ اور آسمان پر ہے۔ سو ہم اپنے خدائے پاک ذوالجلال کا کیا شکر کریں کہ اس نے اپنے پیارے نبی محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور پیروی کی توفیق دے کر اور پھر اس محبت اور پیروی کے روحانی فیضوں سے جو سچی تقویٰ اور سچے آسمانی نشان ہیں۔ کامل حصہ عطا فرما کر ہم پر ثابت کر دیا کہ وہ ہمارا پیارا برگزیدہ نبی فوت نہیں ہوا۔ بلکہ وہ بلند تر آسمان پر اپنے ملیکِ مقتدر کے دائیں طرف بزرگی اور جلال کے تخت پر بیٹھا ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَیْہِ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ۔ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (الاحزاب: ۵۷)‘‘ (تریاق القلوب۔ روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۱۳۸۔۱۳۹)